عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN
جلد: ۳۱ | ۸ تا ۱۵ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ دسمبر ۲۰۱۲ء | شمارہ: ۴۸

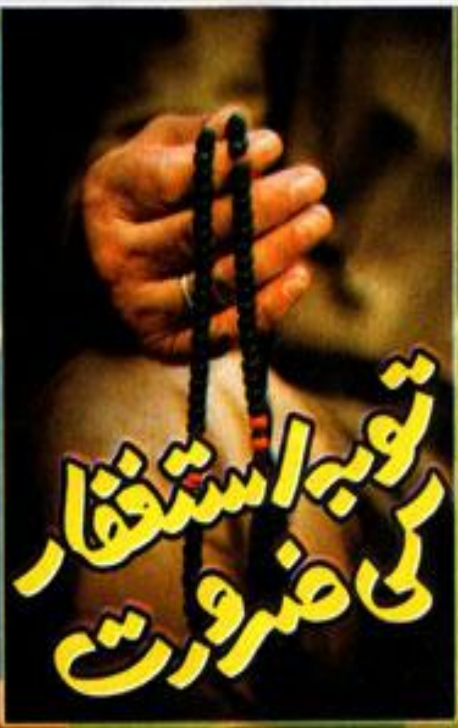

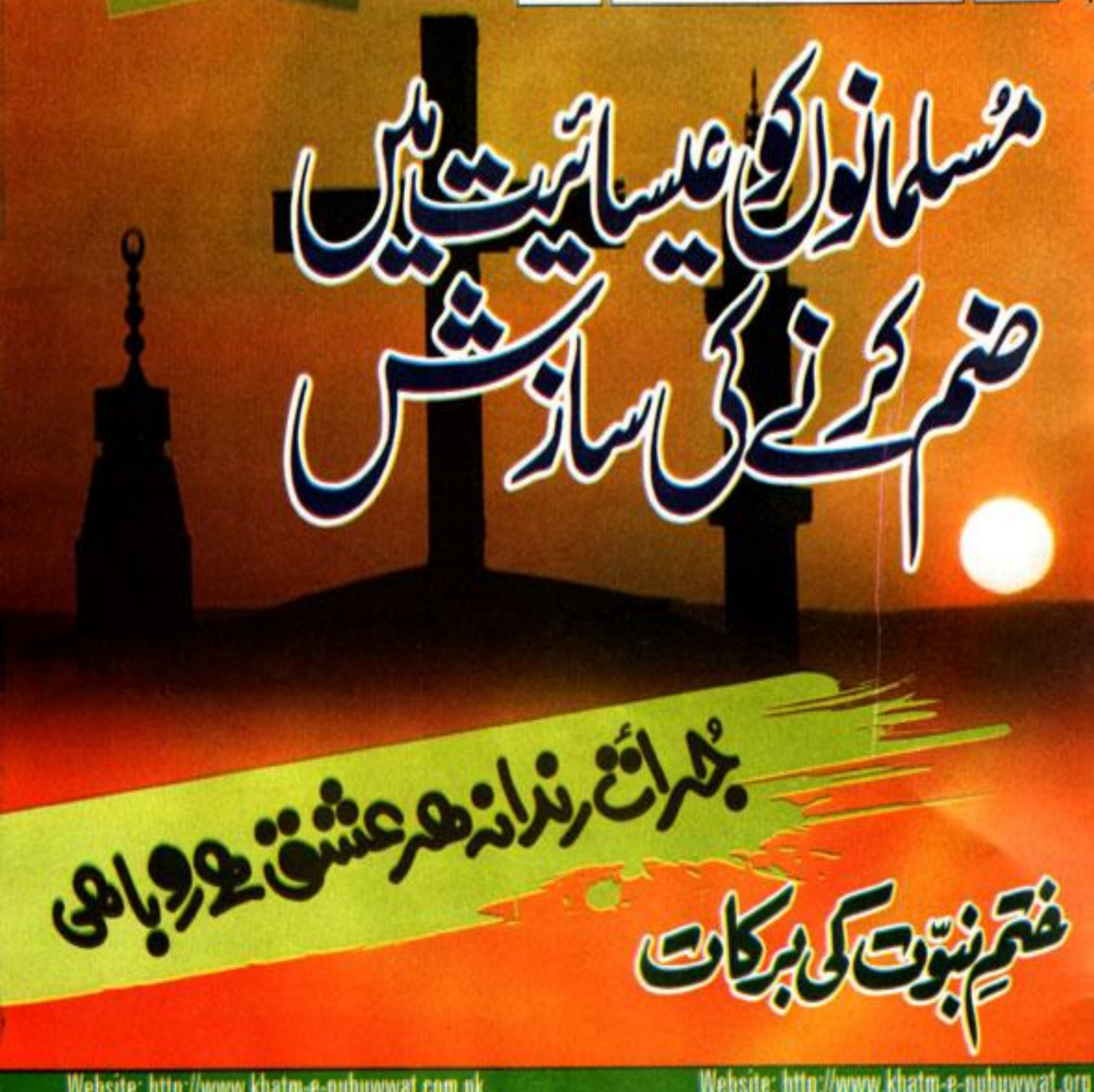

مسلمانوں کو عیسائیت میں ضم کرنے کی سازش

جرأتِ رندانہ ہر عشق ہو روباہی

ختمِ نبوّت کی برکات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

طلاق کی صورت میں جہیز اور تحائف کا حکم

محمد غیاث، کراچی

س:...... میری بیٹی کی شادی ہوئی مگر بدقسمتی سے چند ماہ بعد اس کے شوہر نے تین طلاق دے دیں۔ اب آپ ہمیں بتائیں کہ قرآن وسنت کی رو سے لڑکے والوں سے کیا کیا چیزیں واپس لیں کیونکہ لڑکی سسرال سے اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لائی تھی۔ جہیز کا سامان، مہر کی رقم، عدت کی رقم، بری کا سامان اور جو شادی میں لڑکی کو گفٹ وغیرہ ملے تھے دونوں طرف سے اور عدت کی مدت کیا ہوگی؟

ج:...... صورت مسئولہ میں لڑکی کو والدین کی طرف سے ملنے والا جہیز کا سامان اور دونوں طرف سے ملنے والے تحفے تحائف اس کا حق ہے اور اس کو لڑکے سے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح اگر لڑکے نے حق مہر ادا نہ کیا ہو اور نہ ہی لڑکی نے معاف کیا ہو تو یہ بھی اس کا حق ہے جو لڑکے پر ہر حال میں ادا کرنا لازم اور ضروری ہے اور لڑکی کو ان سے بجا طور پر مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوران عدت کا نان نفقہ اور رہائش کا انتظام شوہر پر واجب ہے۔ شوہر یا ان کے والدین کی طرف سے ملنے والا سامان زیورات وغیرہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر نے اس کو دیئے ہوئے سامان اور زیورات وغیرہ کا مالک بنا دیا تھا تب تو یہ ساری چیزیں بشمول زیورات کے اس کی ملکیت ہیں اور اگر انہوں نے مالکانہ طور پر نہیں بلکہ محض استعمال کرنے کے لئے دیئے تھے تو یہ شوہر کی ملکیت ہیں اور جدائی کی صورت میں ان کو واپس لینے کا حق حاصل ہے۔ اگر لڑکی حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش ہے اور اگر حمل سے نہ ہو تو اس کی عدت تین ماہواریاں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق معلق کا حکم

محمد زید، کراچی

س:...... دو بھائیوں کا آپس میں کسی معاملہ پر جھگڑا چل رہا تھا، لوگوں نے ان کی آپس میں صلح کروادی۔ صلح ہونے کے بعد مدعی ”(دعویٰ کرنے والا) بھائی نے کہا کہ میں آئندہ آپ پر کوئی دعویٰ رمقدمہ نہیں کروں گا۔“ اگر آئندہ میں نے آپ پر کوئی دعویٰ وغیرہ کیا تو میری بیوی کو تین طلاق۔ اب کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس مدعی نے تیسرے بھائی کو اس کے خلاف کھڑا کیا اور اس بھائی نے مدعا علیہ پر دوبارہ وہی دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ حق شفعہ کا تھا اور یہ صلح کنندہ بھائی ہر موقع اور ہر موڑ پر اس مدعی بھائی کا ساتھ دیتا تھا۔ بات عدالت تک گئی، یہ بھائی عدالت میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس طرح کرنے سے صلح کنندہ کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:...... صورت مسئولہ میں صلح کنندہ بھائی نے شرط کے مطابق بظاہر کوئی دعویٰ نہیں کیا، لہٰذا شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن اگر اس نے (صلح کنندہ بھائی نے) اپنے دوسرے بھائی کو اپنا وکیل بنایا ہوا اور وکالت کی بنیاد پر اس نے یہ دعویٰ کیا ہو، تو اس صورت میں مذکورہ حکم نہ ہوگا، بلکہ اس صورت میں اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور بیوی حرمت مغلظہ کے ساتھ شوہر پر حرام ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ اگر دعویٰ کرنے والا بھائی صلح کنندہ بھائی کا وکیل ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۱ — ۱۵تا۲۸ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۳تا۳۱ دسمبر ۲۰۱۲ء — شمارہ:۴۸

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مسلمانوں کو عیسائیت میں ضم کرنے کی سازش!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
بے جرأت رندانہ، ہر عشق ہے روباہی!	۸	جناب عرفان صدیقی
کیا ہم مسلمان ہیں؟	۱۰	انصار عباسی
قادیانیوں کا قبریں توڑنے کا ڈرامہ......	۱۱	امت رپورٹ
ختم نبوت کی برکات	۱۳	مولانا محمد ناصر الدین خاکوانی
توبہ و استغفار کی ضرورت!	۱۶	جناب عتیق انور
مرزائیت کے خلاف جہاد!	۱۹	الحاج گوہر الرحمٰن ایڈووکیٹ
عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام (۴)	۲۳	مولانا مدرار اللہ نقشبندی
مرزائیت سے توبہ (۴)	۲۶	ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئیؒ

زرتعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک۔ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۲۷۸۰۳۴۰ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

صاحبِ ایمان کی رفاقت

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: رفاقت اختیار نہ کرو مگر صرف صاحبِ ایمان کی، اور تمہارا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار آدمی۔"

(ترمذی، ج:۲، ص:۶۲)

اس ارشادِ پاک میں دو ہدایتیں دی گئی ہیں، ایک یہ کہ آدمی کو صرف صاحبِ ایمان کی صحبت و رفاقت اختیار کرنی چاہئے، اور فاجر و بدکار اور منافق کی صحبت سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ انسان کی طبیعت نادانستہ طور پر اپنے رفیق و ہم نشین کی صحبت سے متأثر ہوتی اور اس کے اخلاق و عادات کو اخذ کرتی ہے، اس لئے نیک لوگوں کی صحبت سے خیر اس کی طرف منتقل ہوگی، اور بُروں کی صحبت سے بُرائی اور شر کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہوا خوشبو کے پاس سے گزرتی ہے تو معطر اور خوشبودار ہوجاتی ہے، اور بدبو کے پاس سے گزرتی ہے تو بدبودار اور متعفن ہوجاتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"اچھے اور بُرے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری والا اور بھٹی جھونکنے والا، پس کستوری والا یا تو تمہیں کچھ ہدیہ کردے گا، یا تم اس سے خرید لوگے، یا کم از کم تمہیں اس سے خوشبو تو میسر آئے گی، اور بھٹی جھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا تم اس سے بدبو پاؤگے۔" (صحیح بخاری، ج:۲، ص:۸۳۰، کتاب الذبائح، باب المسک)

راز اس میں یہ ہے کہ طبائع کو ایک دُوسرے سے مناسبت ہوتی ہے، اس لئے آدمی اسی شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے جس کے ساتھ کسی نوعیت کی مناسبت ہو، اور پھر یہ مناسبت محبت تک کھینچ لے جاتی ہے، اور رفتہ رفتہ آدمی اپنے دوست کا مذاق و مسلک اپنالیتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۶۰)

ترجمہ:... "آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے، اس لئے تمہیں یہ دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔"

اور پھر اس صحبت و رفاقت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ آدمی کی دُنیا ہی نہیں، بلکہ آخرت بھی اس کے ساتھ وابستہ ہوجاتی ہے، چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

"اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔"

(ترمذی، ج:۲، ص:۶۲)

ترجمہ:... "آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے دوستی کرتا ہے۔"

پس اہل اللہ کی صحبت اکسیر ہے، اور اہلِ باطل اور اہلِ غفلت کی صحبت زہر ہے، بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ایسا شخص صحبت کے لائق نہیں جس سے دینی فائدہ حاصل نہ ہو۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

یہاں دو باتوں پر تنبیہ کرنا بہت ضروری ہے، ایک یہ کہ ہم لوگ اچھی بُری جگہ بیٹھنے میں کوئی تمیز نہیں کرتے، اور ہوٹلوں، ریسٹورانوں اور چائے خانوں میں بیٹھے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے، حالانکہ اچھی بُری جگہ کے بھی اثرات ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو "خیر البقاع" (بہترین جگہیں) اور بازاروں کو "شر البقاع"

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

(بدترین جگہیں) فرمایا ہے، جس طرح گندی جگہ بیٹھنے سے دماغ تعفن سے پھٹے گا، اسی طرح غفلت کی جگہ بیٹھنے سے دل میں غفلت کا غبار آئے گا، اس لئے بغیر ضرورت کے ایسی جگہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اگر کبھی ضرورت کی بنا پر بیٹھنا پڑے تو قلب کی نگہداشت سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

دُوسری بات یہ کہ کسی شخص کی تحریر پڑھنا بھی ایک درجے میں اس کی صحبت کے قائم مقام ہے، چنانچہ اہل اللہ کے ارشادات، ان کے ملفوظات اور ان کی کتابوں کا مطالعہ قلب میں نورانیت پیدا کرتا ہے، اور اہلِ باطل اور اہلِ غفلت کی کتابوں کے مطالعے سے دل میں ظلمت و کدورت پیدا ہوتی ہے، اس زمانے میں اس سے بھی بہت بے پروائی اختیار کی جارہی ہے، لوگ ہر کس و ناکس کی کتاب اُٹھاکر پڑھنا شروع کردیتے ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جتنی دیر تک اس کتاب کے مطالعے میں مشغول رہیں گے اتنی دیر گویا مصنف کی صحبت میں بیٹھے ہیں اور اس شخص کی قلبی کیفیات بقدرِ استعداد آپ کی طرف منتقل ہورہی ہیں۔

دُوسری ہدایت جو اس حدیث پاک میں فرمائی گئی ہے، یہ ہے کہ تمہارا کھانا صرف پرہیزگار لوگ کھائیں، اس سے مقصد... واللہ اعلم... یہ ہے کہ کھانے پر صرف نیک اور پرہیزگار حضرات کو مدعو کیا جائے، کیونکہ کسی کو دعوت دے کر اپنے گھر بلانا محبت و اُلفت اور دوستی و تعلق کی بنا پر ہوتا ہے، پس ایسا گہرا تعلق صرف اہل اللہ سے ہونا چاہئے۔ ہاں! کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا دُوسری بات ہے، جو شخص حاجت مند ہو اس کی حاجت براری ضروری ہے، خواہ وہ کافر ہی ہو، واللہ اعلم! ☆☆☆

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

مسلمانوں کو عیسائیت میں ضم کرنے کی سازش!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

آج ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ مسلم گھرانوں میں پیدا ہونے والی نسل نو مروجہ اور رائج الوقت عصری تعلیم کے تقاضوں کے عین مطابق بجائے دین اسلام کے وہ عیسائیت، نصرانیت اور مغربیت کے زیادہ قریب محسوس ہوتی نظر آتی ہے۔ ان کی فکر وسوچ، عقل وفہم، تہذیب وتمدن، رہن سہن، وضع قطع، چال ڈھال، لباس، پوشاک، شکل وصورت، خوشی غمی کے انداز غرضیکہ سب کچھ انہی کی نقل، انہی کے خطوط اور انہی کے نقش راہ کی پیروی اور متابعت میں سرانجام دینے کو کامیابی کا زینہ اور اپنے لئے اعزاز سمجھا جارہا ہے۔

اب تو معاملہ اس سے مزید آگے بڑھتا اور گزرتا ہوا نظر آتا ہے، اس لئے کہ کل تک پاکستانی اور مشرقی معاشرہ میں جس کام کے کرنے میں ہچکچاہٹ، خجلت، شرمندگی اور عاری محسوس ہوتی تھی، آج وہ کام بلا استثنا مرد وزن برسرعام، کھلے بندوں اور مجمع عام میں کئے جانے کو فخر، باعث عزت اور ترقی کی کلید سمجھا جارہا ہے۔

ایسی بچی جس نے عصری تعلیم پائی اور گھر میں دینی ماحول ملنے کی بنا پر یا اس کی اپنی دینی رغبت کی بنا پر اس نے نماز، روزہ، جیسے فرائض کی پابندی کے ساتھ ساتھ پردہ اور حجاب کے علاوہ نامحرم مردوں سے عدم اختلاط اور بول چال میں تکلف برتنے کو اپنا زیور اور فریضہ سمجھا، اس کے بارہ میں اچھے اچھے اور بظاہر دین دار لوگوں کو بھی یہ کہتے سنا گیا کہ اس میں کونفیڈنس نہیں، دوسروں کو مطمئن کرنے کا سلیقہ نہیں۔ اور جو بچی پردہ نہ کرے، بے حجاب پھرے، مردوں سے اختلاط کرے، بے تکلف ہوکر ان سے باتیں کرے تو کہا جاتا ہے کہ اس میں ٹیلنٹ وکونفیڈنس ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک!

یہ سوچ اور یہ ماحول دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ میں آجاتا ہے کہ: ”ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو عار ٹھہرایا جائے گا، اسلام اجنبی ہوجائے گا.... ناقابل اعتماد لوگوں کو امین اور امانت دار لوگوں کو ناقابل اعتماد سمجھا جائے گا.... یہاں تک کہ صاحب اولاد عورتیں غمزدہ ہوں گی اور بے اولاد خوش ہوں گی اور ظلم، حسد اور لالچ کا دور دورہ ہوگا، لوگ ہلاک ہوں گے، جھوٹ کی بہتات ہوگی اور سچائی کم، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان بات بات میں نزاع اور اختلاف ہوگا، خواہشات کی پیروی کی جائے گی، اٹکل پچو فیصلے دیئے جائیں گے... اور یہاں تک کہ بدکاری عام ہوگی....“

اس تمہید کا پس منظر یہ ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ کی رکن، سینئر فارن آفس منسٹر اور منسٹر برائے مذہب اور کمیونیٹز محترمہ جناب سعیدہ وارثی صاحبہ جو خیر سے اپنے آپ کو مسلمانوں کی نمائندہ اور اپنے تئیں اپنے آپ کو برطانوی پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے حقوق کے لئے آواز اٹھانے والی باور کراتی ہیں۔ انہوں نے اسلام اور دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے نام اپنے بیان میں کہا کہ مسلمانوں سمیت تمام عقائد کے پیروکاروں کو کرسمس منانا چاہئے۔ باعمل مسلمان ہونے اور کرسمس منانے میں کوئی تضاد نہیں۔ اس پر کچھ لکھنے سے پہلے ان کے بیان کو نقل کیا جاتا ہے، تاکہ قارئین بھی اسے پڑھ کر محظوظ ہوں:

”لندن (نامہ نگار) بیرونس سعیدہ وارثی نے کہا ہے کہ مسلمانوں سمیت تمام عقائد کے پیروکاروں کو کرسمس منانا چاہئے، باعمل مسلمان ہونے اور کرسمس منانے میں کوئی تضاد نہیں، مقامی کمیونٹی بھی تو عید اور دیوالی مناتی ہے، انہوں نے انگریزی سیکھنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ وہ تارکین کو مقامی شہریوں میں ضم کرنے کے لئے نمایاں تبدیلیاں کرنا چاہتی ہیں جس میں اسکولوں میں انگریزی سے نابلد طلبا کی مدد کرنے والے معاونین کے عہدے ختم کرنا شامل ہے، انہوں نے کہا کہ ہسپتالوں، ویلفیئر آفسز اور دیگر اداروں میں انگریزی سے نابلد لوگوں کے لئے مختلف زبانوں کے بے شمار فارمز دستیاب ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو انگریزی سیکھنے کی ترغیب نہیں ملتی، اس طرح انہیں مقامی آبادی میں ضم ہونے اور بہتر ملازمتوں کے حصول میں دشواری ہوتی ہے، انہوں نے کہا کہ معاشرے میں ضم ہونے کے لئے تمام کمیونٹیز کو انگریزی پر عبور حاصل کرنا ہوگا، انہوں نے کہا کہ اسکولوں میں زیر تعلیم کم و بیش ۸ لاکھ بچوں میں کم و بیش ایک لاکھ بچے یعنی ہر آٹھواں بچہ مادری زبان کے طور پر انگریزی نہیں بول سکتے۔ انہوں نے کہا کہ انگلینڈ کے اسکولوں میں پنجابی، اردو، بنگلہ، صومالی اور پولش سمیت ۲۴۰ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ بیرونس وارثی نے برطانیہ میں رہنے والے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والوں پر زور دیا کہ وہ کرسمس کا تہوار منائیں اور اس بات پر زور دیا کہ راسخ العقیدہ اور باعمل مسلمان ہوتے ہوئے کرسمس منانے میں کوئی حرج نہیں ہے، مقامی کمیونٹی بھی تو عید اور دیوالی مناتی ہے، بیرونس سعیدہ وارثی نے جنہیں کابینہ میں ردوبدل کے بعد سینئر فارن آفس منسٹر اور منسٹر برائے مذاہب اور کمیونٹیز کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں ایک انٹرویو میں کہا کہ ہارویسٹ فیسٹیول، ے پولز، نیٹی وٹی پلیز، کرسمس کیرولز اور لارڈز پریئر میں شرکت سے ان کا عقیدہ مزید پختہ ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نہیں سمجھتی کہ اس سے عقائد کمزور ہو جاتے ہیں، بیرونس وارثی نے اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح وہ اور ان کی چار بہنیں اپنے والد صفدر اور والدہ حفیظ کو کرسمس منانے اور سانتا کلاز سے تحائف وصول کرنے کی اجازت دینے پر مجبور کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے والد کا کہنا تھا کہ مسلمان کرسمس نہیں مناتے اس پر میری بہن نے ان سے کہا کہ بانی پاکستان قائداعظم کا یوم پیدائش بھی تو ۲۵ دسمبر ہے، وہ یقیناً اہم تھے، انہوں نے بتایا کہ کرسمس پر ہم نے ٹرکی، کریکرز، بیٹیز ایک درخت اور مصنوعی قمقمے متعارف کرائے تھے۔ دی میل آن سنڈے نے اپنے اداریے میں بیرونس سعیدہ وارثی کو جرأت مند، قابل اعتماد اور صاف گو قرار دیتے ہوئے ان کی تعریف کی، کنزرویٹو پارٹی کی چیئرمین کی حیثیت سے پہلے کرسمس پر جب ان کی جانب سے بھیجے جانے والے کرسمس کارڈ کا نمونہ بیرونس سعیدہ وارثی کو دکھایا گیا تو اس میں عیسائیت کی کوئی علامت نہ ہونے پر انہوں نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے رد کر دیا اور اس کے بعد اس کی جگہ میری کرسمس کے روایتی کارڈ بنائے گئے، ان کا کہنا ہے کہ ان کے اس عمل سے برطانوی مسلمانوں میں بھی ایسا ہی کرنے کا اعتماد پیدا ہوگا۔“ (روزنامہ جنگ کراچی، ۱۲؍نومبر ۲۰۱۲ء)

گویا موصوفہ کا پورا زور بیان اس پر ہے کہ تارکین وطن برطانیہ کی مقامی آبادی میں ضم ہو جائیں، اپنا مذہب، اپنا کلچر، اپنا شعار حتی کہ اپنی اپنی زبانیں چھوڑ کر صرف انگریزی کو ہی اختیار کریں۔ اسی بنا پر ان کی تحسین اور ان کی تعریف کے ڈونگرے برسائے گئے ہیں۔

موصوفہ کو اگر اسلام کا دعویٰ ہے تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ بیان دینے سے پہلے قرآن و سنت سے اس بارہ میں راہنمائی لیتی یا کسی مستند عالم سے ہی اس بارہ میں رائے لے لیتی تو اسے خلاف اسلام اور خلاف عقل بیان دینے کی زحمت گوارا نہ کرنا پڑتی۔ کیونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی، غمی، کھانا، پینا، وضع قطع ہر ہر چیز میں مسلمانوں کو علیحدہ تشخص قائم رکھنے کا حکم اور ہدایت دی ہے۔ قرآن و حدیث سے چند مثالیں یہاں عرض کرتا ہوں:

ا:... قرآن کریم میں ازواج مطہرات، بنات طیبات اور ایمان دار خواتین کو پردہ کا حکم دینے کے بعد فرمایا: ”ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین“... یعنی یہ (پردہ کا حکم) اس لئے دیا گیا تاکہ وہ پہچانی جائیں، پس انہیں اذیت نہ دی جائے... یعنی مسلمان خاتون پردہ میں رہتی ہے اور پردہ کرنا ہی اس کا شعار ہے۔

۲:... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے، مدینہ کے انصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور غیر مسلم مل کر ایک تہوار، میلہ، جشن وغیرہ منایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تہوار یا خوشی کا دن مناتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں ہمیں دو دن عیدالفطر اور عیدالاضحی بطور عید اور خوشی کے دیئے ہیں اور فرمایا: ”لکل قوم عید وھذا عیدنا“... ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور ہماری عید یہ ہے....

۳:... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے توراۃ میں پڑھا تھا کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھولینا طعام میں برکت کا ذریعہ ہے۔ میں نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونا برکت کا ذریعہ ہے۔“

۴:... مشرکین اور کفار مونچھیں بڑی رکھتے اور داڑھی کٹوایا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خالفوا المشرکین۔“... مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتاؤ...

۵:... حضرت رکانہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر پگڑی باندھنا ہے۔ یعنی مشرکین بغیر ٹوپی کے پگڑی باندھتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی کے اوپر پگڑی باندھتے تھے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم فرماتے تھے تاکہ مشرکین کی مخالفت ہو۔ (ابوداؤد، ج:۲، ص:۲۰۸)

۶:... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے جاتے تو اس وقت تک نہ بیٹھتے۔ جب تک میت کو لحد میں اتار نہ دیا جائے۔ ایک یہودی عالم جو یہ دیکھ رہے تھے، اس نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، (ہم بھی اس وقت تک نہیں بیٹھتے جب تک میت کو لحد میں رکھ نہ دیا جائے) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس یہودی کی یہ بات سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کی مخالفت کرو۔“ (مشکوٰۃ، ص:۱۴۷)

یہ چند مثالیں ہیں جو قلم برداشتہ لکھ دی ہیں، ورنہ مسلمان کا ہر ہر عمل خواہ وہ عقیدہ سے متعلق ہو یا عبادت سے، معاملات ہوں یا معاشرت اور اخلاق ہر اعتبار سے مسلمان کا اپنا تشخص ہے جو دوسرے کفار سے بالکل جدا اور علیحدہ ہے۔

جناب سعیدہ وارثی صاحبہ جو دوسرے کفار سمیت مسلمانوں کو تلقین کر رہی ہیں کہ وہ کرسمس منائیں، ان سے اتنا عرض ہے کہ وہ اس عیسائی قوم سے ہی ایک بات ایسی منوا کر دکھائیں جو صرف مسلم قوم کا شعار ہو پھر ہم مان جائیں گے کہ عیسائی قوم لبرل، وسیع الذہن اور وسیع الظرف ہے۔ جب کہ وہ تو ایسی قوم ہے جن سے ہمارے پیغمبر، آپ پر نازل شدہ کتاب، اسلامی شعائر، اسلامی تہذیب وتمدن، مسلمان اور اسلامی روایات کسی صورت اور کسی قیمت برداشت نہیں، اس کے باوجود جناب سعیدہ صاحبہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مسلم قوم کو کھینچ کر عیسائی قوم کے رسم ورواج اپنانے اور انہیں ان کی آغوش میں ڈالنا چاہتی ہے۔

محترمہ صاحبہ کے اس بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ چاہتی ہیں کہ اس عیسائی قوم کی مذہبی اعتبار سے کوئی خدمت کر جائیں اور وہ خدمت یہی ہے کہ مسلم قوم کی نئی نسل کو یا تو عیسائی بنادیں یا کم از کم اتنا ہو جائے کہ وہ مذہبی اعتبار سے عیسائی قوم کے ہم رنگ اور ہم آہنگ رہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ اقبال نے سچ کہا تھا کہ: ”تعلیم کے بدلنے سے تہذیب بدل جاتی ہے اور تہذیب کے بدلنے سے مذہب بدل جاتا ہے۔“ اسی کا شاخسانہ ہے کہ آج کا یہ پڑھا لکھا مسلمان داڑھی رکھنے سے شرماتا ہے، اسلامی شعار اپنانے سے گھبراتا ہے، اسلامی تہذیب واقدار کو اپنانے سے عار محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا محترمہ کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو بے ہمت، بے وزن، بے قیمت اور بے دین بنانے کی سعی لاحاصل ترک کر کے خود بھی باعمل مسلمان بنیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی پریشان نہ کریں، اس میں سب کا بھلا ہے۔ وما ارید الا الاصلاح ماستطعت۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بے جرأتِ رندانہ، ہر عشق ہے روباہی!

جناب عرفان صدیقی

سچ پوچھیے تو مجھے عشق رسول کے ساتھ "یوم" کا سابقہ کچھ اچھا نہیں لگا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو مسلمان کی زندگی کی ہر ہر سانس میں مہکتی اور دھیمی دھیمی آنچ کی طرح اس کے ہر قطرۂ خوں میں دہکتی رہتی ہے۔ کلمہ گو مرد مسلماں جو بھی ہو، جیسا بھی ہو، اپنے دل میں سبز مخمل میں لپٹی ایک چھوٹی سی ڈبیا ضرور رکھتا ہے، جس میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا گلاب ہر آن مہکتا رہتا ہے۔

یہ یوم وغیرہ کے ٹرختے تو مغرب کی تہذیب و ثقافت سے پھوٹے، جہاں لوگ سال کے ۳۶۴ دن ایک بات کو بھولے رہتے اور ۳۶۵ ویں دن کچھ دیر کے لئے بھولی بسری یاد کی شمع جلا کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔ یہ اس تہذیب کا ایک مظہر ہے جہاں بوڑھے والدین اولڈ ہاؤسز میں گلتے سڑتے رہتے ہیں اور ایک خاص دن ان کی کوٹھڑی میں باسی پھولوں کا ایک گل دستہ پہنچتا ہے، جس کے ساتھ ان کے کسی بیٹے بیٹی یا پوتے نواسے کے نام کا کارڈ لٹک رہا ہوتا ہے اور بوڑھی مائیں پہروں روتی اور باسی پھولوں کو چومتی رہتی ہیں۔ میں نیویارک کے ایسے ایک اولڈ ہاؤسز میں گیا تھا۔ ایک کوٹھڑی میں بستر پر دراز بوڑھی خاتون کے قریب رکھی میز پر ایک شیشے کا مرتبان دھرا تھا، جس میں کچھ سیاہ رنگ سا مواد نظر آ رہا تھا۔ اولڈ ہاؤس کی نگران خاتون نے مجھے بتایا:

"یہ گلاب کی سوکھی ہوئی پتیاں ہیں جن کا رنگ کالا پڑ گیا ہے، کوئی آٹھ ماہ پہلے "مدرز ڈے" پر یہ گل دستہ اس خاتون کے ایک بیٹے نے بھجوایا تھا۔ یہ اس گل دستے کی سوکھی پتیاں ہیں جو بڑھیا نے مرتبان میں محفوظ کر لی ہیں۔ ہر روز کھول کر انہیں دیکھتی ہے۔"

"یوم عشق رسول" سے محبت سیاست کی بُو بھی آتی ہے۔ قوم کے جذبات سے ہم آہنگی کی ایک بے آب، بے رنگ اور بے بُوی کوشش۔ ایک عدد کانفرنس، چند نعرے، کچھ تقریریں، کچھ سڑکوں پہ آویزاں بینرز، کچھ اخباری اشتہارات اور پھر قومی سطح پہ تعطیل، کیا یہی ہیں عشق رسول کے تقاضے؟ اگر ہم نے عشق رسول کے تقاضوں کی پاسداری کی ہوتی، اگر ہم نے اسوۂ رسول کو اپنے عمل میں سمویا ہوتا، اگر ہم نے اپنے ریاستی معاملات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو جگہ دی ہوتی، اگر اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی اسلامی جمہوریہ پاکستان نامی ریاست میں پہلی اسلامی ریاست مدینہ کی کوئی معمولی سی بھی خوشبو ہوتی، اگر ہمارے حکمرانوں کے انداز فرمانروائی میں، بادشاہی میں فقیری کرنے والے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنی سی بھی جھلک ہوتی اور اگر ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن کو واقعی مشعل راہ بنایا ہوتا تو آج ہماری کسمپرسی کا یہ عالم نہ ہوتا۔ آج ہم خود اپنا منہ نوچ کر اور چھٹی منا کر عشق رسول کے تقاضے پورے نہ کر رہے ہوتے۔

عالم یہ ہے کہ ہم فرعون عصر کی ایک دھمکی پہ ڈھیر ہو جاتے ہیں، اپنے نان نفقہ کے لئے ان کی گلیوں میں کشکول کھنکاتے اور صدا لگاتے رہتے ہیں، جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن تقدیس کو اپنے خبث باطن کا نشانہ بناتے، جو قرآن کریم کے اوراق نذر آتش کرتے، جو ہر گستاخ رسول کو اپنی آغوش میں پناہ دیتے، جو متعفن قسم کی ہرزہ سرائی کو "آزادیٔ اظہار رائے" کا نام دیتے، جو رگ مسلم کے لہو سے اپنے عارض و رخسار نکھارتے اور جو تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ تراش کر اپنے قہر ناک لشکروں کے رخ امت مسلمہ کی طرف موڑے ہوئے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

بجھی عشق کی آگ، اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

راکھ کا یہ ڈھیر، ستاون ممالک پر مشتمل ہے۔ اس ڈھیر میں کم و بیش سوا ارب اہل توحید بستے ہیں۔ ان سوا ارب مسلمانوں کے حکمرانوں میں جاہ و جلال والے بادشاہ بھی ہیں، کروفر والے آمر صفت شخصی حاکم بھی، جمہوریت کا راگ الاپنے والے منتخب صدر اور وزرائے اعظم بھی، لیکن کسی میں دم خم نہیں کہ وہ امت مسلمہ اور اس کی مقدس شخصیات و علامات کے خلاف بدکلامی کرنے والوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھے۔ ہم سب غلامی کی زنجیروں میں جکڑے، احتیاج کی ہتھکڑیاں ڈالے، بے حمیتی کے گھونٹوں سے بندھے، خوف کے بندھن میں قید، شکم کی آگ میں

جلتے ہوئے، امریکا اور مغرب کی چوکھٹ پر خم ہیں۔ ہماری جبینیں اس ایک سجدے کو بھول چکی ہیں جو ہزاروں سجدوں سے نجات دلا دیتا ہے۔ کہاں کا عشق اور کہاں کی حب رسول، بس کھوکھلے دعوے ہیں۔ ہاں بجا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر ناروا حملہ ہمارا خون کھولا دیتا ہے، ہم مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں، لیکن انفرادی اور اجتماعی زندگیاں عشق رسول کی مہک سے محروم ہیں۔

ہم ان دنوں ''عشق رسول'' کا ایک مظاہرہ، اس امریکی کروسیڈ کا دست و بازو بننے سے کر رہے ہیں جو گیارہ برس سے افغانوں کا لہو پی رہا ہے۔ جس ملعون یہودی نے ایک مردود پادری کے اشتراک سے یہ ناپاک جسارت کی، وہ دونوں اسی کروسیڈ کے پرچم بردار ملک میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی کروسیڈی ملک کے ایک شہر کی جیل کی کسی کال کوٹھڑی میں عافیہ صدیقی بھی ۸۶ برس کی قید بھگت رہی ہے، لیکن ہمارے ''عشق'' کی سرمستیاں برقرار ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول علم کو ہر مسلمان مرد اور عورت پہ فرض قرار دیا لیکن ہمارے ہاں جہالت سب سے زیادہ ہے۔ پاکستان ہی نہیں پورا عالم اسلام تحقیق و جستجو، سائنس اور فروغ علم میں باقی دنیا سے پیچھے ہے۔

امریکا جب چاہے، کسی بھی اسلامی ملک کو اپنی چراگاہ بنالیتا ہے۔ ''یوم عشق رسول'' منانے والا پاکستان، اپنے آپ کو دنیا کی ساتویں اور عالم اسلام کی واحد ایٹمی قوت قرار دیتا ہے، لیکن عالم یہ ہے کہ وہ خزاں رسیدہ پتے کی طرح سات سمندر پار سے آتی بے رحم ہواؤں کی زد میں ہے۔ زبان پہ عشق رسول کے نعرے ہیں اور آئے روز ایک دو ڈرونز کسی طرف سے نمودار ہوتے، درجنوں کلمہ گو مسلمانوں کا لہو پیتے اور اپنی زبان خون آلود ہونٹوں پہ پھیرتے بصد اطمینان واپس چلے جاتے ہیں۔ نہ ہمارے عشق کے دریا میں کوئی تلاطم اٹھتا ہے نہ ہماری حب رسول انگڑائی لیتی ہے۔

علامہ اقبال نے کہا تھا:

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی
بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یداللّٰہی

(روزنامہ جنگ لاہور، ۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء)

☆☆..........☆☆

حج کے بعد ہماری زندگی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

حج کا مبارک مہینہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے پھر نصیب فرمایا ہے، لاکھوں مسلمان حرمین شریفین میں حاضر ہوکر حج کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔

''لبیک اللہم لبیک'' کی صداؤں سے پورا حجاز مقدس گونج رہا ہے، چاروں طرف سے آنے والے حاجی یہ صدا بلند کر رہے ہیں اور اپنے مالک، رب، خالق اور رازق کا نام رٹ رہے ہیں اور کعبہ مقدسہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلا کر رحمت کی بھیک مانگ رہے ہیں اور یہاں کی حاضری کو اپنی خوش نصیبی جان کر فخر محسوس کر رہے ہیں اور شکرانہ کے طواف ادا کر رہے ہیں۔

ہمارے جو بھائی بہن اس مبارک سفر پر گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا یہ سفر قبول فرمائے اور ان کو حج مقبول عطا فرمائے اور روضۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضری کو ان کے لئے باعث برکت بنائے اور وہ حب رسول عنایت فرمائے جو دنیا و آخرت میں ان کے لئے باعث نجات ہو۔

حج کی برکتیں لے کر اپنے گھروں کو لوٹنے والے بہن، بھائیوں کی اب یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اس سفر کو جو ان کو حاصل ہوا ہے، اس کو باقی رکھنے اور مزید ترقی کرنے کی وہ فکر کریں اور حج کے بعد جس طرح گناہوں اور خطاؤں کی معافی کے بعد وہ پاک صاف ہوکر واپس آئے ہیں، اس کی حفاظت کریں اور ایک نئی اسلامی زندگی شروع کریں جو شریعت کی پابند ہو اور سنتوں پر عمل سے آراستہ ہو، دل اور زبان اللہ کو یاد کرنے میں مشغول ہو، ایسی زندگی اختیار کریں جس میں گناہوں کا گزر نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا شائبہ بھی نہ ہو، اچھے اخلاق جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے وہ ہمارا شعار ہو، کسی کی حق تلفی، کسی پر ظلم اور کسی بھائی بہن کے دل کو تکلیف دینے سے ہم کو بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہئے، غرض کہ ہماری زندگی اس مبارک سفر کے بعد ایسی ہونا چاہئے کہ ہم کو دیکھنے والے اور معاملہ کرنے والے بے ساختہ کہہ اٹھیں کہ حج کرکے آنے والے لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک مہینہ کی برکتوں اور رحمتوں سے سارے عالم اسلام کو نوازے، بلکہ جو لوگ اسلام کی برکتوں سے محروم ہیں ان کو راہ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

کیا ہم مسلمان ہیں؟

انصار عباسی

کیا ہم مسلمان کہلوانے کے مستحق ہیں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام تو لیتے ہیں مگر عمل اس کے بالکل برعکس ہیں جس کا وہ حکم دیتا ہے۔ کہتے تو ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے مگر ہر معاملے میں لادینی اور اسلام مخالف قوتوں کی بات مانتے ہیں۔ قرآن حکیم کو اللہ کی کتاب تو مانتے ہیں مگر اس کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر نافذ کرنے کے بجائے خوبصورت غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں میں سجانے، تعویذوں میں گھول کر پلانے، دلہنوں کے سر پر سے گزارنے، اپنے جھوٹ سچ پر دوسروں کے یقین کے لئے قسم اٹھانے کے لئے محدود کردیا ہے۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی تو مانتے ہیں مگر اس پاک ہستی کے احکامات کو بھی بھلا بیٹھے ہیں۔ ذرا غور فرمایئے کہ اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ قتل کا بدلہ قتل یعنی قصاص ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ میں بیان فرماتے ہیں:

"اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیزگار بن سکو۔"

اللہ تعالیٰ نے قاتل کے لئے قصاص کی حد مقرر کردی مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کا حال دیکھیں کہ اقوام متحدہ اور یورپین یونین کے مطالبہ پر گزشتہ چار سال سے (قصاص) موت کی سزائیں معطل رہی۔ اسلام کے بدترین دشمنوں اور اسلامی شعائر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آئے دن گستاخی کرنے والوں کی خوشی کے لئے قرآن اور سنت رسول سے کھلا انحراف کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ پارلیمنٹ سے پوچھا گیا اور نہ ہی کابینہ کو اعتماد میں لیا گیا۔ جب سے آصف علی زرداری صدر بنے، صرف ایک قاتل کو گزشتہ ہفتہ پھانسی دی گئی اور وہ بھی اس لئے کہ قاتل کا تعلق فوج سے تھا اور فوج کی طرف سے یہ مطالبہ تھا کہ اس کو پھانسی دی جائے۔ جیسے ہی گزشتہ چار سال میں یہ پہلی پھانسی دی گئی تو فرانس اور پھر یورپی یونین نے حکومت پاکستان سے اپنی خفگی کا اظہار کیا اور یہ تک کہہ دیا کہ پاکستان میں قصاص (سزائے موت) کو اگر ختم نہ کیا گیا تو ہمیں معاشی مشکلات کا سامنا ہوسکتا ہے۔ ان دھمکیوں پر حکومت بولی اور نہ ہی دفتر خارجہ کو کچھ کہنے کی ہمت ہوئی، یہاں بھی محسوس ایسا ہوتا ہے کہ اپنے رب کی بجائے جیسے ہم نے امریکا و یورپ کو اپنا رزاق تسلیم کرلیا ہے۔ زبان سے ہم جو مرضی کہیں، ہمارے معاملات روز بروز ان اسلامی تعلیمات کے برعکس بڑھتے جارہے ہیں جو بحیثیت مسلمان ہمارے لئے حتمی ہیں۔ ہم نے تو مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ کی حدوں کا خیال نہ کیا، محض اس لئے کہ کہیں ہمارے دنیاوی خدا ہم سے خفا نہ ہوجائیں، مگر ہندوؤں کے ملک انڈیا کو دیکھیں۔ اجمل قصاب کو پھانسی دے دی گئی۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہندوستان کی "انسانی حقوق" کی خلاف ورزی پر نہ تو فرانس کچھ بولے گا اور نہ ہی یورپی یونین کو جرأت ہوگی کہ پاکستان کی طرح ہندوستان کو بھی دھمکادے۔ ہمارے جیسے آدھے تیتر آدھے بٹیروں کا یہی حال ہوتا ہے۔ ہماری مثال دھوبی کے کتے کی سی ہے جو گھر کا ہے نہ گھاٹ کا۔ امریکا میں بھی کئی ریاستوں میں سزائے موت دی جاتی ہے مگر کسی اقوام متحدہ یا یورپی یونین کی کیا ہمت کہ امریکا بہادر پر کوئی اعتراض کریں۔ ہمارے اپنے نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار بھی ہمیں پر برستے ہیں۔ ان کی زبانیں بھی امریکا و ہندوستان کے سامنے گنگ ہوجاتی ہیں۔ اپنا حال دیکھیں کہ اسلام سنگین جرائم کی روک تھام کے لئے سزاؤں کا کتنا بااثر نظام دیتا ہے مگر مسلمان ہوتے ہوئے بھی ہم میں حوصلہ نہیں کہ ان سزاؤں کو لاگو کرسکیں۔ خوف ہے کہ نہ جانے امریکا و یورپ کیا کہیں گے۔ اسلامی سزاؤں کے اصل حل کی طرف جانے کی بجائے ہم پاکستان کو اسلحہ سے پاک کرنے کے ناممکن کو ممکن بنانا چاہتے ہیں۔ ایران کو چھوڑیں، سعودی عرب کی بھی بات نہیں کرتے، کیا کبھی ہم نے سوچا کہ ملا عمر نے افغانستان میں اپنی پانچ سالہ حکومت میں جرائم کا کیسے خاتمہ کیا تھا اور وہ کیا اقدامات تھے کہ وہ افغانستان جو بدترین جھگڑوں، اندرونی خلفشار اور جرائم کا گڑھ تھا، امن کا گہوارا بن گیا۔ انہوں نے انتہائی بُرے حالات میں حکومت سنبھالی، پولیس کا کوئی نظام تھا نہ ہی پروسیکیوشن سسٹم، نہ ہی عدالتوں کا جال تھا مگر اس سب کے باوجود دنوں اور ہفتوں میں افغانستان میں ایسے حالات پیدا کردیئے کہ قتل، ڈکیتی، چوری، بدکاری، زنا اور اغوا جیسے جرائم کا نام و نشان مٹ گیا۔ دنیا میں ہیروئین اور کوکین کی پیداوار میں سرفہرست ممالک میں شامل افغانستان میں ان کی پیداوار بالکل ختم کردی گئی۔ ملا عمر کی حکومت کے کچھ اقدامات پر اعتراض اپنی جگہ مگر اسلامی سزاؤں کے ذریعے دنیا کی غریب ترین

حکومت نے جرائم کی روک تھام کے لئے وہ کچھ کر دکھایا جو مغرب وامریکا اپنی تمام تر دولت اور جدید کریمنل جسٹس سسٹم کے باوجود نہیں کر پائے۔ چند روز قبل ایک ٹی وی شو میں مسلم لیگ ن اور پاکستان پیپلز پارٹی کے سینئر حضرات نے پاکستان میں جرائم کی روک تھام کے لئے اسلامی سزاؤں کی مکمل حمایت کی، مگر اکثر سیاستدان ڈالروں کی لالچ میں اسلامی حدود کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والے ان نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار اور سیکولرازم کے پیروکاروں سے ڈرتے ہیں جو پاکستان میں جرائم پیشہ افراد اور عادی مجرموں کے وکیل بن بیٹھے ہیں۔ دہشت گردی کرکے درجنوں معصوموں کی جان لینے والے، بے رحم ٹارگٹ کلرز، اجرتی قاتل، پیسہ کی لالچ میں انسانوں کو قتل کرنے والے چور، ڈاکو، بھتہ خور، اغوا کار، موبائل و پرس چھیننے والے اور فرقوں اور لسانی تفریق پر دوسروں کی جان لینے والے کسی رحم کے مستحق نہیں اور وہ اسی قابل ہیں کہ انہیں سرعام پھانسی دے کر نشان عبرت بنایا جائے جو سنگین جرائم کی روک تھام کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اگر ہم نے ظالموں اور فسادیوں کا ہاتھ روکنا ہے تاکہ روز روز ہماری ماؤں کی گودیں نہ اجڑیں، بچے یتیم نہ ہوں، عورتیں بیوگی کے دکھ سے بچیں، بوڑھے والدین اپنے بچوں کے جنازوں کو کاندھا دینے پر مجبور نہ ہوں، ہمارے قبرستانوں میں دفن میتوں کی بے حرمتی نہ کی جائے، چھوٹی بچیوں کے ساتھ زیادتی اور قتل جیسے واقعات پیش نہ ہوں اور معاشرے میں درندگی کی نئی نئی داستانیں جنم نہ لیں تو ہمیں اس بیماری کے علاج کے لئے وہی دوا استعمال کرنی ہے جو ہمارے دین نے ہمیں سکھائی اور جس کا کوئی برابر نہیں ہوسکتا۔

(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۲؍نومبر ۲۰۱۲ء)

قادیانیوں نے قانونی کارروائی سے بچنے کے لئے قبریں توڑنے کا ڈرامہ رچایا: امت رپورٹ

لاہور میں قادیانی قبرستان سے شعائر اسلامی ختم کرانے کا عدالتی حکم حاصل کیا گیا تھا، پولیس قبروں پر کلمہ طیبہ اور آیات لکھنے کا مقدمہ درج کرنے میں ٹال مٹول کرتی رہی۔

دباؤ ڈالنے پر ڈی ایس پی نے کارروائی کا وعدہ کیا۔ ۲۴ گھنٹے بعد کتبے اکھاڑنے کا دعویٰ سامنے آگیا۔ پنجاب پولیس کے بعض افسران قادیانیوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں: ذرائع

قانونی کارروائی سے بچنے اور پاکستان کو بدنام کرنے کی خاطر قادیانیوں نے لاہور میں قبروں کے کتبے توڑنے کا ڈرامہ رچایا۔ عدالتی حکم کے باوجود قادیانیوں کے خلاف مقدمہ درج کرنے میں متامل ایس ایچ او نے قادیانیوں کی شکایت پر فوراً پرچہ درج کرلیا۔ پنجاب پولیس قادیانیوں کی پشت پناہی کر رہی ہے، جبکہ تحفظ ختم نبوت کی تبلیغ جرم قرار دے دی گئی ہے۔ لاہور سے امت کو دستیاب شواہد کے مطابق ماڈل ٹاؤن میں قادیانی قبرستان میں قبروں کے کتبے توڑنے کا مقدمہ دراصل ختم نبوت لائرز فورم کی قانونی چارہ جوئی سے بچنے اور پاکستان کو بدنام کرنے کی ایک سازش کے سوا کچھ نہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں قادیانیوں کے اس قبرستان میں آئین پاکستان کے امتناع قادیانیت ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شعائر اسلامی کا استعمال کیا گیا تھا، جس سے عام مسلمانوں کی جانب سے غلطی سے اسے مسلمانوں کا قبرستان کہنے کا احتمال پیدا ہو رہا تھا۔ اس پر ختم نبوت لائرز فورم کے رہنما رانا طفیل رضا ایڈووکیٹ نے جولائی ۲۰۱۲ء میں پولیس کو درخواست دی مگر پولیس حکام اس معاملے میں مسلسل ٹال مٹول سے کام لیتے رہے۔ جس پر انہوں نے دفعہ ۲۲-اے کے تحت مقدمہ کے اندراج کے لئے سیشن جج کی عدالت میں درخواست دائر کی اور وہاں سے اندراج مقدمہ کا حکم حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ماڈل کالونی کے ایس پی اور ڈی ایس پی نے اس عدالتی حکم کے باوجود قبروں کے کتبوں پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات لکھنے کا مقدمہ درج کرنے کے بجائے قادیانیوں کے ایما پر کارروائی کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور لاہور میں تبلیغی و اصلاحی مرکز سراجیہ کے سربراہ صاحبزادہ رشید احمد اور ان کے کارکنوں پر نہ صرف قادیانیوں کے خلاف لٹریچر تقسیم کرنے کے الزام میں مقدمہ درج کیا بلکہ انہیں گرفتار بھی کرلیا گیا۔ قادیانیوں کے خلاف مقدمہ کے مدعی رانا محمد طفیل رضا ایڈووکیٹ نے امت کو بتایا کہ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف سی۔۹۸ کے تحت پرچہ درج کرانے کی کارروائی شروع کر رکھی تھی، پولیس نے جولائی میں دی گئی درخواست پر کارروائی نہ کی تو اگست میں وہ ماتحت عدالت میں چلے گئے، جہاں سے حکم حاصل کرلینے کے باوجود پولیس نے مقدمہ درج کرنے میں تساہل سے کام لیا اور قادیانیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، تاہم اس حوالے سے دباؤ جاری رہا۔ مگر کوئی نتیجہ برآمد ہونے کے بجائے ۸؍نومبر کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک کارکن امجد کو اور ۱۲؍نومبر کو مرکز یہ سراجیہ کے سربراہ

صاحبزادہ رشید احمد کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس حوالے سے لاہور پولیس میں ایس پی رینک کے ایک افسر نے امت کو بتایا کہ پنجاب پولیس میں ڈی آئی جی سے اوپر کے افسر قادیانی ہیں جبکہ سی آئی ڈی میں بھی اعلیٰ سطح پر قادیانی افسران موجود ہیں اور وہ ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ صاحبزادہ رشید احمد کو قادیانی قبرستان اور قادیانی عبادت گاہوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی سے روکنے کے لئے گرفتار کیا گیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق مذکورہ پولیس افسران تمام پولیس کارروائی میں قادیانی لٹریچر کو فرقہ وارانہ لٹریچر قرار دے کر قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ ثابت کرنے کے ساتھ پولیس ریکارڈ میں ایک بات کو روایت بنانے پر کام کر رہے ہیں کہ قادیانیوں کے خلاف کوئی بھی لٹریچر قابل دست اندازی پولیس قرار دے دیا جائے۔ ایک اعلیٰ سطح کے پولیس ذریعے نے بتایا کہ لاہور میں صاحبزادہ رشید احمد کی گرفتاری بلاشبہ قانونی چارہ جوئی روکنے کی کوشش تھی مگر اس سے پہلے ہڑپہ ضلع ساہیوال میں انہی افسران کے حکم پر قادیانیت کے خلاف لٹریچر تقسیم کرنے پر مقدمہ درج کیا جاچکا ہے اور کنڈیاں ضلع سرگودھا میں بھی ایسی ہی کارروائی جاری ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ صاحبزادہ رشید احمد کے خلاف ساہیوال میں جس کیلنڈر کی بنا پر مقدمہ درج کیا گیا ہے، اس میں صرف قادیانیوں کے خلاف آئینی شقوں کے حوالے درج ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پنجاب پولیس کی نظر میں قادیانیوں کے خلاف آئینی دفعات بھی قابل دست اندازی پولیس ہیں۔ لاہور سے دستیاب اطلاعات کے مطابق صاحبزادہ رشید احمد کی عدالتی حکم پر رہائی کے بعد بھی جب پولیس پر وکلاء فورم کا دباؤ جاری رہا تو ڈی ایس پی نے مدعیان سے وعدہ کیا کہ محرم کے بعد وہ قادیانی قبرستان سے شعائر اسلامی ختم کرادیں گے، تاہم مقدمہ پھر بھی درج نہیں کیا گیا۔ جبکہ جس روز کتبے اکھاڑنے کا پرچہ درج کرادیا گیا (تین روز قبل) ڈی ایس پی نے مدعیان کو اطلاع دی تھی کہ ۲۴ گھنٹے میں مسئلہ حل ہوجائے گا اور ۲۴ گھنٹے بعد کتبے اکھاڑنے کا دعویٰ سامنے آ گیا۔ مقامی تھانے میں ایک باخبر پولیس ذمہ دار نے اعلیٰ افسران کے عتاب کے ڈر سے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ اس نے خود موقع واردات کا معائنہ کیا ہے وہاں ایسی کوئی واردات ہوئی ہی نہیں اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے کیونکہ کم از کم پانچ مسلح سیکورٹی گارڈ اس قبرستان میں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان کی موجودگی میں باہر سے آکر کوئی کس طرح یہ کارروائی کرسکتا ہے۔ معاملہ صرف اتنا ہے کہ قادیانیوں کو اعلیٰ پولیس افسروں کا تعاون حاصل ہے اور وہ اس کا فائدہ اٹھا کر پرچہ درج کروانے میں کامیاب ہوگئے ہیں جس میں ۱۵ نامعلوم افراد کو ملزم ٹھہرایا گیا ہے۔ قادیانیوں کے خلاف مقدمے کے مدعی رانا طفیل رضا ایڈووکیٹ نے امت کو بتایا کہ قادیانیوں نے مصری شاہ میں اپنی عبادت گاہ کو بھی مسجد کے مشابہ بنا رکھا تھا جس پر قانونی کارروائی کرتے ہوئے اس پر سے کلمہ اور دیگر اسلامی شعائر کو محفوظ کرادیا گیا۔ اسی طرح لاہور میں ان کی ایک بڑی عبادت گاہ گڑھی شاہو میں موجود ہے، جہاں یہ لوگوں کو ورغلا کر لاتے ہیں اور انہیں مسجد کا جھانسہ دے کر تبلیغ کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں بھی عدالت میں ایک درخواست دائر کی گئی جس میں نامزد کیا گیا ہے کہ قادیانی خاتون مائرہ، سادہ لوح مسلمان خواتین کو ورغلا کر لے جاتی ہے اور اس عبادت گاہ کو مسجد کہا جاتا ہے۔ جس پر عدالت نے پولیس کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی مسجد سے شباہت کو ختم کروائے جس پر عمل کرتے ہوئے کلمہ اور دیگر آیات ہٹادی گئی ہیں۔ اب پولیس منبر اور محراب ہٹانے میں لیت ولعل سے کام لے رہی ہے چونکہ ایک طرف قبرستان دوسری طرف مصری شاہ اور گڑھی شاہو کی عبادت گاہوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی سے جان چھڑانے اور مدعیوں کو ملزم بنانے کی خاطر کتبے توڑنے کا ڈرامہ رچایا گیا ہے جس کے خلاف لاہور میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اور ختم نبوت رابطہ کمیٹی نے وزیر اعلیٰ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قادیانیت نواز اور قادیانی پولیس افسروں کی کارروائیوں کا نوٹس لیں ورنہ حالات کی خرابی کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔

(روزنامہ امت کراچی، ۶ دسمبر ۲۰۱۲ء)

دعائے صحت کی اپیل

گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی شوریٰ کے رکن رکین، جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اور مرکزی جامع مسجد سکھر کے خطیب مولانا قاری خلیل احمد بندھانی مدظلہ کا نیشنل ہسپتال کراچی میں بائی پاس آپریشن ہوا، الحمدللہ! آپریشن کامیاب رہا اور قاری صاحب روبصحت ہیں۔ سکھر اور کراچی کے مبلغین ختم نبوت کے وفد نے جس میں مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد حسین ناصر، مولانا عبداللطیف اشرفی، محمد انور رانا شامل تھے، ہسپتال میں حضرت قاری صاحب کی عیادت کی اور جلد صحت یابی کی دعا کی جبکہ مجلس کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے فون پر عیادت کی اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔ تمام کارکنان ختم نبوت اور قارئین سے اپیل ہے کہ حضرت قاری صاحب کی کامل صحت وعافیت کے لئے دعائیں فرمائیں۔ (ادارہ)

ختمِ نبوت کی برکات

مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: معزز سامعین!

میں دو چار باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں کہ آپ ختم نبوت کی کانفرنسوں میں شامل ہوتے ہیں، وہاں پر علماء کی تقریریں سنتے ہیں الحمدللہ! ہم سب کا عقیدہ یہی ہے، لیکن آپ کو یہ گمان بھی گزرتا ہوگا کہ اس مسئلہ کی اہمیت کیا ہے کہ اتنا کیوں اس کے لئے زور دیا جاتا ہے؟ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو ٹھیک ہے اب شریعت کامل رہے گی، اس کی اہمیت اتنی کیا ہے؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے اکابرینؒ الحمدللہ! صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر یعنی سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور سے لے کر آج تک اس مسئلہ پر تواتر کے ساتھ اتنی محنت ہوئی ہے کہ یہ مسئلہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں یہ ضروریات دین میں سے ہے اور یہ دین کا اساسی مسئلہ ہے اور یہ استدلالی مسئلہ نہیں رہا، اب یہ بدیہی مسئلہ ہے اور ہر مسلمان کو جب پیدائش کے بعد شعور آتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، لیکن ہم اس کی اہمیت کو اتنا نہیں سمجھتے اور ختم نبوت کے ضمن میں جو برکات اس امت کو حاصل ہوئی ہیں، ہماری ان پر نظر کبھی گئی ہی نہیں، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے کچھ وقت کے لئے آئے اور خاص قوموں میں آئے، زمان اور مکان میں مقید تھے، ان کی نبوت قوموں کے اندر مقید تھی، جب وہ چلے گئے تو ان کے دین کی تبلیغ کے لئے چھوٹے درجے کے انبیاء بھی آئے لیکن یہ امانت امت کے سپرد نہیں کی گئی، اس لئے کہ نبوت کا دروازہ کھلا تھا اور دین حق کی تبلیغ اصل کس کا فریضہ ہے؟ انبیاء علیہم السلام کا! اس لئے وہ کرتے تھے، لیکن جونہی ایک نبی اور دوسرے نبی کے زمانے میں ذرا فرق اور وقفہ زیادہ ہوا تحریف شروع ہوگئی دین کے اندر، اس کی مدت ختم ہوگئی تو وہ زبان بھی مٹ گئی، وہ کتاب بھی محرف ہوگئی، اور نبی بھی نہ آئے تو امت اس کو محفوظ نہ رکھ سکی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے، دین وہی ہے جو آدم علیہ السلام سے چلا ہے تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور کمال یہ ہے کہ آپ دین کامل لے کر آئے ہیں یعنی یہ کہ اب دین مکمل ہو چکا، قیامت تک کی انسانیت کے لئے اور جب تک وہ دین کامل پوری طرح چلا نہیں، منتقل نہیں ہوا پوری طرح اس پر عمل نہیں ہوا، آپ اس وقت تک اس دنیا میں تشریف فرما رہے، جب وہ دین منتقل ہوگیا، جس کا آخری مرحلہ حجۃ الوداع کے موقع پر تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے گویا آپ کو اپنے پاس واپسی کا اشارہ دیا اور پھر خطاب جو تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر صحابہ کرامؓ کی طرف منتقل ہوگیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ھل ادیت الرسالۃ وبلغت الامانۃ'' کیا میں نے دین پہنچا دیا اور امانت پہنچا دی؟ تو سب نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: ''اللھم اشھد پھر فرمایا: ''فلیبلغ الشاھد الغائب'' تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امانت کس کی طرف منتقل کی؟ صحابہ کرامؓ کی طرف اور اللہ نے اس کی تصدیق کی دو طرح سے، ایک یہ کہ ''الیوم اکملت لکم دینکم .... الخ'' اس میں خطاب جو ہے کس کو ہے؟ صحابہ کرامؓ کو تو بلاواسطہ خطاب صحابہؓ کو ہے اور بالواسطہ خطاب پوری امت کو ہے۔ کتنی ضمیریں ہیں؟ ''الیوم اکملت لکم ...الخ'' اس سے پہلے دین کی نسبت صحابہ کرامؓ کی طرف نہیں تھی: ''لکم دینکم ولی دین'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھی: ''قل یا ایھا الناس ان کنتم فی شک من دینی'' تو پہلے دین کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھی، اس آیت کے نزول کے بعد گویا کہ جب دین کی تکمیل ہوگئی تو دین کی نسبت صحابہ کرامؓ کی طرف منتقل ہوگئی اور صحابہ کرامؓ کی طرف جونہی منتقل ہوئی تو خطاب امت کو جو ہو رہا ہے تو پہلے تھا: ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی'' ... آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو... اب آگے: ''والسابقون الاولون'' کی اتباع کا حکم ہو رہا ہے پچھلوں کو چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کو اکٹھا فرمایا اور ان کو یہ اعلان کیا کہ: اے گروہ صحابہؓ! تمہارے مقتدا اور امام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تم پوری انسانیت کے امام بنائے گئے ہو، اب جو دین کو سمجھنا چاہے یہ وراثت کس کو منتقل

ہوئی ہے؟ صحابہ کرامؓ کو اور صحابہ کرامؓ کے بعد ان لوگوں کو جو صحابہ کرامؓ کے طریقہ پر تھے ان کا لقب کیا ہے؟ تابعین! کس کے تابع؟ صحابہ کرامؓ کے اور ان کے بعد کس کو منتقل ہوئی؟ تبع تابعین کو اور اس کے بعد عمومی طور پر کس کو منتقل ہوئی؟

"العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر او كما قال صلى الله عليه وسلم۔"

دوسری بات یہ کہ ختم نبوت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ تو بند کر دیا لیکن ہدایت باقی رکھی اور ہدایت کی ذمہ داری کس کی طرف منتقل فرمائی؟ امت کی طرف، امت کے علماء کی طرف، صحابہ کرامؓ کی طرف تو دوسرے الفاظ میں امت محمدیہ کی دیانت پر اللہ کا اعتماد ہے، امت محمدیہ کی دیانت پر صداقت پر اللہ کا اعتماد ہے۔ جس پر الحمدللہ! چودہ سو سال سے آج تک امت نے مجموعی طور پر اس اعتماد کو بحال رکھا ہے، یہی اس امت کی زندگی کی علامت ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس دنیا میں ختم نبوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ایک اور ذمہ داری اس امت کو عطا فرمائی ہے۔

وہ یہ ہے کہ یہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتی ہے انبیاء تو معصوم ہیں، غیر انبیاء معصوم نہیں ہیں، لیکن معصوم تو نہیں مگر محفوظ تو ہیں، محفوظ اس کو کہتے ہیں کہ جس سے گناہ سرزد ہونا ممکن ہو مگر وہ گناہ پر قائم نہیں رہتا، اس کی اصلاح کر دی جاتی ہے، علمی زبان میں بات کروں تو یوں سمجھیں کہ صحابہ کرامؓ ابتداً معصوم نہیں لیکن انتہاً معصوم ہیں اور افراد معصوم نہیں لیکن اجماع معصوم ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ: "میری امت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی" تو گویا اس امت کا معصوم ہونا ہے علی لسان نبوت اور دوسری بات میں یہ بھی ذکر کروں گا کہ صحابہ کرامؓ کا معصوم نہ ہونا کیا یہ صحابہ کرامؓ کا عیب ہے؟ عصمت بشر کا لازمہ نہیں، خاصیت نہیں، بشریت کا تقاضا یہ ہے کہ بشر معرض خطا میں ہے پھر آپ کہیں گے کہ نبی معصوم کیوں ہے؟ نبی کی عصمت منصب نبوت کا تقاضا ہے منصب بشریت کا تقاضا نہیں ہے۔ اگر نبوت معصوم نہ ہو تو نبوت کی بات پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے تو اس وجہ سے نبی کو معصوم بنایا گیا لیکن صحابہ کرامؓ کے لئے یہ مجبوری نہیں، صحابہ کرامؓ کا معصوم نہ ہونا یہ ان کی شان میں کمزوری نہیں، بلکہ یہ زیادہ فضیلت ہے ان کے لئے کہ غیر معصوم ہوتے ہوئے ان کا غیر معصوم ہونا اور معصوم کے ساتھ ملحق کر دینا یہ ان کی شان بڑھا دیتا ہے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے اور بہت بڑی فضیلت ہے، اس امت کے لئے جو کہ ختم نبوت کی وجہ سے ملی ہے اور پہلی امتوں کو نہیں ملی ان کے اندر اتحاد نہیں تھا کیونکہ اس دین کو باقی رکھنا ہے تو گویا رجال کار کا ملنا یہ بھی تحفہ ہے ختم نبوت کا۔

تیسری بات یہ ہے کہ ختم نبوت کی برکت سے جب نبی آخری ہے تو امت بھی آخری ہوگی، اب نیا نبی نہیں آئے گا تو امت بھی نئی نہیں آئے گا نتیجہ کیا نکلا کہ یہ امت آخری امت ہے کیا مطلب اس کا؟ کیا اس میں کوئی بشارت ہے؟ بشارت اس میں یہ ہے کہ یہ امت نہ رہی تو قیامت آ جائے گی، ہے کہ نہیں یہ بات؟ تو سب سن لیں کہ ہم نہیں مٹیں گے پہلے دنیا مٹے گی پھر ہم مٹیں گے ہم روح ہیں اس کائنات کی، اس لئے کہ ہم آخری امت ہیں، اس کے بعد کوئی پیغام نہیں آئے گا، ایک اور فضیلت اسی کے جلو میں وہ یہ کہ آپ نے قرآن کے اندر یہود و انصاریٰ کے قصے پڑھے ایک مستقل باب ہے۔ تفسیر کے اندر یعنی تذکیر بایام اللہ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نصیحت کرتے ہیں، قرآن پاک کے اندر گزشتہ امتوں کے واقعات بتلا کر ان کے اچھے اعمال بھی بتلائے ہیں اور ان کے بُرے اعمال بھی بتلائے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے نافرمانیاں کیں تو ان کی نافرمانیوں کا ذکر بھی آیا یہود کی نافرمانیوں کے ذکر سے قرآن بھرا پڑا ہے، نصاریٰ کی نافرمانیوں سے بھی گویا قرآن بھرا پڑا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھایا کہ جو غلطیاں انہوں نے کی ہیں تم نہ کرنا ورنہ وہی سزا ملے گی لیکن ہم ہیں آخری امت ہمارے بعد کوئی امت نہیں آئے گی تو ہماری بداعمالیوں کی پوتھی بھی کسی کے آگے نہیں کھلے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری بداعمالیوں پر ایک چادر ڈال دی ہے:

اپنے ستر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی برکت سے ہماری بداعمالیوں کی داستانیں لوگ نہیں پڑھیں گے اور چوتھی بات یہ ہے کہ ختم نبوت کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے شعور کی تکمیل کی خبر دی ہے، کیونکہ پہلے شعور مکمل نہیں تھا، اس لئے دین بھی مکمل نہیں آتے تھے اب چونکہ شریعت مکمل ہے تو معلوم ہوا کہ انسانیت کے شعور نے جس کمال تک پہنچنا تھا پہنچ گیا، اب اس کو نئی آسمانی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے اب اس امت کے سلیم الفطرت اور فہیم لوگ اس شریعت کو سنبھال کر دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی صلاحیت رکھیں گے گویا اس کے اندر انسانی شعور کی تکمیل کی خبر بھی آ گئی ختم نبوت کی برکت سے اس کا فائدہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تک آدمی آدمی کی غلامی میں آ سکتا تھا، کہ نبیٔ وقت کا کوئی انکار کرے تو وہ جہنمی ہے اور غیر نبی کی بات کا انکار کرے تو وہ جہنمی

نہیں ہے، تو میرے دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی برکت سے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو ہمیں قرآن نہ ملتا اور ہمیں ایسا پیغام نہ ملتا جو ہر زمانے کے لئے باقی ہو اگر نبوت نے ختم نہ ہونا ہوتا تو صحابہ کرامؓ جیسی کامل جماعت ہمیں نہ ملتی کہ جن کے اندر یہ اوصاف ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر فاروقؓ ہوتے۔ ’’لو کان بعدی نبی لکان عمر ‘‘... اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو عمر ہوتے... تو ایسے لوگ ملے کہ جن کی رائے، جن کا اجماع دوسروں کے لئے حجت بن گیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں ختم نبوت سے نواز کر بہت بڑی فضیلت عطا فرمائی، اسی لئے اس مسئلہ کی حفاظت کے لئے صدیق اکبرؓ کو جب چیلنج کیا جاتا ہے تو یہ جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے، دیکھیں حضرت سیدہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

’’اندھیری رات تھی چاند نہیں تھا ستارے جگمگا رہے تھے، تو میری نظر آسمان پر پڑی تو میں نے کہا کہ اللہ کے نبی! کوئی ایسا شخص بھی ہوگا کہ جس کی نیکیاں ستاروں کے برابر ہوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! عمر ابن الخطابؓ جن کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔‘‘

حضرت مولانا موسیٰ خانؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

ہم علم نجوم پڑھیں اور ستاروں پر محنت کریں تو ہمیں ایک فائدہ ہو جائے گا کہ ہمیں حضرت عمرؓ کی نیکیوں کا پتا چل جائے گا یا ہمیں حوض کوثر کے پیالوں کی تعداد کا پتا چل جائے گا، دوسروں کو کیا فائدہ ہوگا؟ کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا، تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرا خیال تھا کہ میرے باپ کا نام لیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام نہیں لیا تو میں نے کہا کہ میرے باپ کا کیا حال ہوگا تو فرمایا: تیرے باپ کے کیا کہنے ہیں اس کی تین راتوں کی نیکیاں عمرؓ کی ساری نیکیوں پر حاوی ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تو بہت سی نیکیاں کی ہیں، ان کے کھاتے میں بہت سی فتوحات ہیں، ان کی رائے اتنی بلند تھی کہ ۲۲ مقامات پر وحی ان کے موافق اتری ہے موافقات عمرؓ کا ایک باب ہے مستقل محدثین نے باب باندھا ہے لیکن صدیق اکبرؓ کی تین دن کی نیکیاں اتنی بھاری ہو گئیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا کام کیا ہے انہوں نے؟ ختم نبوت کی حفاظت کی ہے، تو گویا جو بھی کوئی کام کرتا ہے وہ نبوت کی حفاظت کرتا ہے اور صاحب نبوت کی حفاظت کس نے کی ہے؟ صدیق اکبرؓ نے تو میرے دوستو! اسی لئے ختم نبوت کا جو مسئلہ ہے وہ دین کا اساسی مسئلہ ہے اس کو بھولے نہیں، اس کو سمجھئے اس کا مطلب اب یہ نہیں کہ نبوت ختم ہو گئی اب ہم آزاد ہیں، مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا دین ہم کو عطا فرمایا ہے کہ اب دین کو سمجھنے کے لئے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سکہ قیامت تک بحرو بر میں، شرق وغرب میں، آسمان و زمین میں غرض جہاں جہاں انسان جائے گا وہاں وہاں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کا عمل کرنے کا مکلف ہوگا الحمد للہ! ہمیں ایسے نبی ملے ہیں، ایسی جماعت ملی ہے صحابہ کرامؓ کی ایسے علماء ملے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان کی عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ ☆☆

قرطاس رکنیت حاصل کیجئے

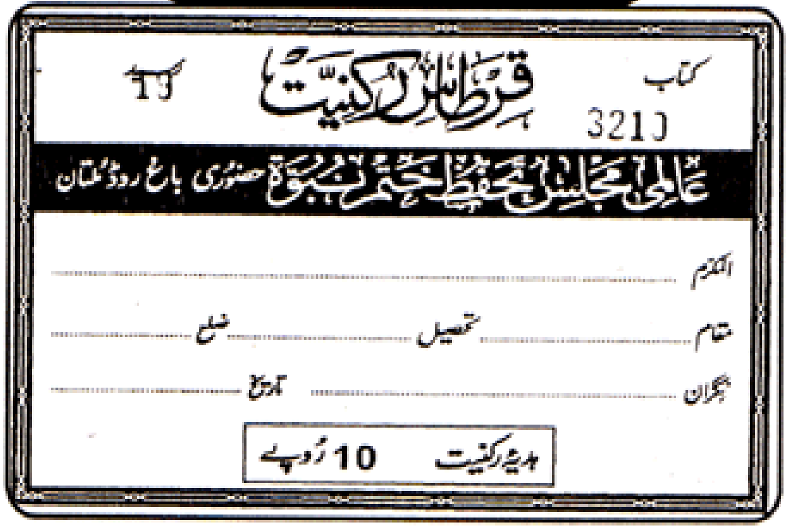

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سہ سالہ ممبر سازی کا آغاز بحمد اللہ! ہو چکا ہے، تمام عاشقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپیل ہے کہ دل کھول کر اپنی اور اہل وعیال کی ممبر سازی کرائیں تاکہ کل قیامت کے دن ہم اس جماعت کے خدام میں اٹھائے جائیں جن کی نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی عظیم المرتبت جماعت سے ہوگی۔ اپنے مقامی دفاتر و مبلغین ختم نبوت سے رابطہ فرمائیں جزاکم اللہ۔

(حضرت مولانا) عزیز الرحمن جالندھری (مدظلہ) مرکزی ناظم اعلیٰ

موجودہ حالات میں

توبہ واستغفار کی ضرورت!

تحریر: جناب عتیق انور صاحب، لاہور

اللہ رب العزت کا خاص احسان ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا اور ایمان عطا فرمایا اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے کہ ایمان جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی۔ خالق کی مخلوق سے محبت جیسا کہ معلوم ہے کہ ستر ماؤں سے زیادہ ہے لیکن یہ اس کی خاص محبت اور شفقت ہے کہ مسلمان بنایا اور جب نعمت کا شکر ادا نہ کیا جائے تو کیسی بے قدری ہے، بلکہ اس پر شکر بھی اس قدر ہونا چاہئے جیسی نعمت ہے۔ جب نعمت کا شکر کیا جائے تو اللہ رب العزت کا ضابطہ یہ ہے کہ اس میں نفع ہوتا ہے۔ اللہ کرے ہم میں اس نفع کی قدر پیدا ہو جائے اور خالق اپنی نعمتوں کا پورا پورا احساس عطا فرمادیں۔ میرے دادا پیر حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑی دعا کیا ہے، فرمایا کہ: ''اللہ اپنا بنالے اپنے ماسوا سے مستغنی فرمادے۔'' (آمین یارب العالمین) مجھے یاد نہیں کہ میرے شیخ سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ نے کسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوں اور یہ دعا نہ کی ہو کہ: ''اے اللہ! اپنا بنالے، اپنے ماسوا سے مستغنی بنادے۔''

خلیفہ ہارون الرشید اور ان کی بیوی زبیدہ جو غالباً سات نسبت سے شہزادے اور شہزادی تھے، مگر زہد وتقویٰ میں ان کے واقعات حرف عام ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دونوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے محل میں جو چیز ہے اس کو تقسیم کرکے بس خالق کو منالیں اور آخرت کی تیاری کرلیں۔ پیچھے کچھ تقسیم کے لئے چھوڑنے سے بہتر ہے کہ اپنے ہاتھ سے خرچ کرلیں تو ہارون الرشید نے اعلان کروایا کہ صبح محل میں جو آئے وہ ایک چیز اپنی مرضی کی لے لے، لوگ آتے اور کچھ نہ کچھ لے جاتے۔ محبت کا اثر دیکھئے کہ ان کی ایک لونڈی کھڑی رہ گئی تو خلیفہ نے اس کو کہا کہ تو کیوں کھڑی ہے، اس پر اس نے استفسار کیا کہ میں بھی؟ جس چیز پر ہاتھ رکھوں وہ ملے گی....؟ اس پر خلیفہ نے مثبت جواب دیا۔ جس کے بعد اس لونڈی نے خلیفہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ میرے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نقل کرتے ہیں کہ محمود غزنوی کا ایک غلام تھا جس کا نام ایاز تھا اور وزراً اور مشیر حضرات کو بادشاہ سے شکایت ہوئی کہ ایاز آپ کا بہت لاڈلا اور منہ چڑھا ہے (جیسا کہ ہم اللہ رب العزت کے لاڈلے ہیں اور رب العزت اس کا احساس بھی عطا فرمادے۔ آمین) اس پر محمود نے ایک دن یہ اعلان کیا کہ اس محل میں جو کچھ ہے کل باری باری ہر شخص آئے اور جو چاہے میری طرف سے بطور ہدیہ قبول کرلے، سب لے چکے، مگر ایاز کھڑا رہ گیا، اس پر بادشاہ نے اس کو بھی دعوت دی، جس کے بعد ایاز نے بادشاہ کو کہا کہ میرے لئے تو آپ ہی کافی ہیں، بس اس بات کا سننا تھا کہ باقی تمام حضرات (جن کو بادشاہ سے شکایات تھیں) نصیحت ہوگئی۔

اللہ رب العزت ہماری غفلت کو معاف فرمادیں اور ہم سے راضی ہو جائیں۔ بہر حال ہم الحمدللہ! اس بات کے معترف ہیں مگر ہمارے اندر ایک شیطان کا نائب بیٹھا ہے جس کو نفس کہتے ہیں اور چور اسی جگہ آتا ہے جہاں کچھ ہوتا ہے اور ہر ایک اپنی عقل کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور جو شیطان کے متعلق کئی مضامین میں وارد ہو چکا ہے کہ اس سے بڑا عابد، اس سے بڑا عالم اور اس سے بڑا عارف کوئی نہیں، اس کو پتہ ہے کہ مسلمان کے پاس سب سے بڑی دولت ایمان کی دولت ہے، دوسرا اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں جس پر مسلط ہوں اس کی مادری زبان کیا ہے؟ اس کو کس راستہ پر لوٹنا ہے، کس وقت مجھے (نفس کو) موقع ملے گا، یہ نفس بہت بڑا پیر ہے، ہماری کمزوری ہمارے لالچ ہمارے اندر ہماری زبان سے وار کرتا ہے، کسی حملہ یا وار سے پہلے (دشمن کی طرح) کنفیوژن (Confusion) پیدا کرتا ہے۔

پہلے تو یہ ایک کشمکش میں مبتلا کرتا ہے، نیکی میں غفلت پیدا کرتا ہے، خصوصاً نیکی اور عبادات میں غفلت اور عوارض سے متعارف کراتا ہے۔ عوارض کا احساس پیدا کرتا ہے، پھر طبیعت میں ایک بڑی مہلک بیماری ''عجت'' پیدا کرتا ہے، عاجزی و انکساری، اعتدال سے دور کرتا ہے اور پھر بس بندہ سوچتا ہے نیکی کی طرف سے یعنی اپنے نیک اعمال کی طرف سے تھوڑا اطمینان محسوس ہوتا ہے اور دنیا کی طرف متوجہ کرتا ہے:

تجھے حسن ظاہر نے دھوکا میں ڈالا
جیا کرتا ہے کیا یوں ہی مرنے والا

اب جب انسان کے اندر خود دو رائے پیدا ہوں گی، نیکی کے لئے اور برائی کے لئے، جس کو ہم

نفس کی کشمکش کہہ سکتے ہیں اور اسی کشمکش میں ایک چھوٹا سا گناہ سرزد ہوجاتا ہے جس کے بعد دوبارہ نفس اس میں کبھی فائدہ کبھی لذت اور حتیٰ کہ کبھی اس کے اندر نیکیاں شمار کرائے گا، جس طرح کہ آپ کو کہے کہ چلئے کسی سیٹھ کے گھر ڈاکا ڈالا جائے اور ایک سیٹھ کو تو تھوڑا فرق پڑے گا مگر لوٹی ہوئی رقم سے کئی گھروں کا چولہا جلے گا، کئی غریب لڑکیوں کی شادی ہوگی، وغیرہ وغیرہ بڑے پکے دلائل دے گا اور ایسی زبان میں کہ خود کو سمجھ آجائے۔

حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن تہجد کے وقت ایک چمک (روشنی) محسوس ہوئی دیکھا کہ ایک شخص (جیسا کہ فرشتہ ہو) سفید لباس میں ملبوس ظاہر ہوا اور بولا: "اے عبدالقادر! تجھے تیری ریاضت/عبادات کی بنا پر آئندہ عمر کی عبادات اللہ کی طرف سے معاف کی جاتی ہیں۔" اس پر حضرت نے لاحول پڑھی، مزید استغفار کی کہ یہ شیطان میری کسی کمزوری کو دیکھ کر مجھ پر حملہ آور ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اپنی عاجزی اور انکساری کا اعتراف کیا اور اس (شیطان) کو مخاطب ہوکر کہا کہ: "چلا جا اس پر (شیطان) نے کہا کہ: تو اپنی عاجزی اور انکساری کی وجہ سے بچ گیا۔" اس پر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، یہاں اکابر کہتے ہیں کہ یہ جو آخر میں اس (شیطان) نے کہا کہ تو اپنی عاجزی اور انکساری کی وجہ سے بچ گیا، یہ بھی اس (شیطان) کا بہت بڑا حملہ تھا اور اگر حضرت اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ نہ کہتے کہ آپ کی محبت اور آپ کی شفقت سے بچ گیا، اپنی عاجزی کا بار بار اعتراف نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کا دھیان نہ ہوتا تو شیطان سے بچنا تو دور اس کے حملہ کا احساس بھی نہ ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کی شفقت اور نعمتوں کا احساس نہ رہے، پھر ایک چھوٹا سا گناہ ہوجانا اور پھر اس پر لذت اور اس میں بھی نیکی کا گمان جس طرح عموماً غیبت پر اکثر کی رائے ہوتی ہے کہ ہم تو کسی کے عیب اس لئے بتارہے ہیں کہ اللہ رب العزت دوسروں کو محفوظ رکھے، ہم تو یہ کام کسی کی خیرخواہی کی نیت سے کررہے ہیں۔ مجھ سے دوست احباب غیبت کی تعریف پوچھتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ غیبت ایسی ہی ہے جیسے آپ بیت الخلاء جاکر رفع حاجت کرتے ہیں یا کسی دوسرے کا گند آپ کے سامنے ہو، اب ذرا خیال کریں کہ اس گند کو ہم اتنی توجہ سے نہیں دیکھتے اس پر غور نہیں کرتے بلکہ منہ دوسری طرف کرکے کسی جمعدار یا نوکر کو حکم دیتے ہیں کہ جلدی سے یہ صاف کرو، اس کی بدبو میرے دماغ پر چڑھ رہی ہے۔

اب خود سے سوال کریں کہ جس طرح اس غلاظت سے کراہیت اور نفرت ہونی چاہئے کیا کسی کے عیب سے ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم مزے لیتے ہیں اور ایک لطف کی کیفیت سے کسی کی عیب جوئی کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو پھر اس گندگی سے جو کوئی بیت الخلاء میں کرتا ہے اس پر ہمارے دماغ میں تعفن کا احساس نہیں ہونا چاہئے اور یقین جانئے کہ غیبت کرتے کرتے اور گناہ کرتے کرتے اس میں لذت آنی شروع ہوجاتی ہے بالکل اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا: "لا تجسس" اور احادیث میں مضمون وارد ہوا کہ کسی کے عیب پر ایسا احساس نہیں ہونا چاہئے کہ اللہ رب العزت اس کو (جس کے عیب پر ہم مزے لے رہے ہیں) نجات دے دے اور اس غیبت کرنے والے کو اس بُرائی میں مبتلا کرے۔

اب میں نے جیسا عرض کیا کہ شیطان پھر ہر گناہ میں نیکی شمار کرواتا ہے میرے دل میں بھی خیال آتا ہے کہ دیکھئے کسی کی اصلاح کرنے کا نام اور کسی کی خیرخواہی کا نام ہی تو اسلام ہے اور ہمارے اکابر اصلاح کا کون سا موقع ہاتھ سے جانے دیتے ہیں، بس اب پیری مریدی شروع ہوگئی، یہ صاحب غیبت کرتے کرتے ایسے غرق ہوئے اس میں اول اول نیکی کا گمان ہوا، پھر لذت آنی شروع ہوئی اور اس کے بعد اس کو ترک کرنا ناممکن ہوگیا۔ بہرحال میں اس کیفیت کا تذکرہ بھی کردوں جس میں اصلاح بھی ہوجاتی ہے اور گناہ کا اور کسی دوسرے کے عیب کا اثر خود اپنی طبیعت پر نہیں پڑتا۔

بس یہ ہمیشہ خیال رہے، ہمہ وقت اپنی غلطیوں اور دوسروں کی خوبیوں کا پورا پورا احساس رہے۔ اپنے گناہ اور غلطیاں ایسے نظر میں ہوں کہ اپنے سے گناہگار کوئی دوسرا نظر ہی نہ آئے۔ جی ایسا ہی ہمارے مشائخ کا ایمان تھا۔ حضرت مفتی محمد حسن نقل کرتے ہیں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کی زندگی کا آخری رمضان تھا، ایک دن فرمانے لگے کہ: خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور روزے سے ہوں، مجھے (حضرت تھانوی قدس سرہ) اپنے سے زیادہ اور گناہگار اس اللہ کی دھرتی پر آج تک نظر نہیں آیا، اس پر مفتی محمد حسنؒ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت پھر ہماری اصلاح میں اتنی سختی کیوں کرتے ہیں، ابھی یہ خیال دل میں تھا کہ فرمایا: تم لوگ سوچتے ہوگے کہ پھر اشرف علی تم پر اصلاح کے لئے سختی کیوں کرتا ہے؟ یہ سنتے ہی مفتی محمد حسنؒ کہتے ہیں کہ مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی کہ میرے دل کا حال حضرت تھانوی قدس سرہ پر منکشف ہوگیا۔ بہرحال حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ: "دیکھو! تمہاری اصلاح کے لئے تم پر سختی نہ کروں تو میں اس کو خیانت تصور کرتا ہوں اور اپنی مثال اس طرح دیتا ہوں کہ ایک عادل بادشاہ ہے تو اس کا کام عدل کرنا ہے، اب فقیر ہو یا شہزادہ، بس غلطی کسی کی ہو تو اس بادشاہ نے حد

مقرر کردی، پھر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اب تصور کیجئے شہزادے سے کوئی قصور ہوگیا، بادشاہ نے قاضی کو بلا کر فیصلہ کروایا اور شریعت کہتی ہے کہ شہزادے کو اتنے کوڑے مارے جائیں اور جو کوڑے مارنے کے لئے بادشاہ چمار کو طلب کرتا ہے تو چمار عین اس وقت جس وقت وہ شہزادے کو کوڑے لگائے گا، اس کو اس کا احساس ہوگا کہ میں چمار ہوں یہ جس کو کوڑے لگائے جارہے ہیں، یہ شہزادہ ہے تو بس میری مثال اس چمار کی سی ہے۔"

اب جب کوئی شخص اصلاح کے لئے مقرر ہو تو اس کی طبیعت میں ایک تو برائی سے نفرت ہو کسی کی شخصیت سے نفرت نہ ہو اور دوسرا یہ کہ اس کو اپنی غلطیوں اور عیوب پر نظر ہو۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو کسی کے ساتھ نیکی کرنے کا موقع مل جائے تو جس سے نیکی کی اس کا ممنون رہے، اس کا شکر گزار رہے، کیونکہ وہ جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سبب بنا آپ کو ثواب کا کام کروانے کا، اب ہمارے معاشرے میں بلکہ ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ جس انسان نے کسی کے ساتھ نیکی کی اور کچھ عرصہ بعد یا اسی وقت اس کو اس کے سلوک یا احسان کا احساس نہ ہوا یا یہ کہ جس کے ساتھ نیکی کی گئی، اس کی کوئی بات اس کو بری لگ گئی، یا بحیثیت انسان اس سے کوئی غلطی یا اس سے اس کے حق میں جس نے نیکی کی تھی، کوئی غلطی سرزد ہوگئی بس دیکھیے موقع مل گیا اور یہ بات اتنی شدت سے محسوس ہوگی اور بعض اوقات اپنے حلقۂ احباب میں لوگ کہیں گے کہ دیکھئے آپ نے اس کے ساتھ نیکی کی آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ اب اگر کوئی تسلی دینے کے لئے بزرگوں کے واقعہ کو نقل کرے گا تو یہ کہے گا، بھئی! ہم تو بہت کمزور ہیں، ان جیسی عاجزی پیدا نہیں کرسکتی، میرا سوال یہ ہے کہ کیا ہم نیکی اس لئے کرتے ہیں کہ ریاکاری ہو، لوگ ہمیں بڑا آدمی کہیں، اس ریاکاری میں ہمیں وہ حدیث یاد رہنی چاہئے جس میں ذکر ہے کہ تین قسم کے لوگ قیامت میں بڑے محروم ہوں گے، ایک وہ عالم جس نے علم اس لئے حاصل کیا کہ لوگ عالم کہیں، دوسرا وہ سخی جس نے بھلائی کے کاموں میں سخی کہلوانے کے لئے خرچ کیا، تیسرا وہ شہید جس کے دل میں جان دیتے وقت شیطان نے ریا ڈال دی اور اس لئے شہید ہوا کہ شہید کہلوائے۔

اللہ رب العزت باوجود علم کے ان سے پوچھیں گے میرے لئے کیا لائے ہو؟ وہ اپنے عمل کو اللہ رب العزت کی طرف منسوب کریں گے مگر اللہ رب العزت جلال میں آئیں گے اور کہیں گے کہ تو نے یہ عمل دنیا کے نفع کے لئے کیا سو جو کچھ ملنا تھا وہ دنیا میں مل گیا، اب تو بس صرف جہنم کے عذاب کے لائق ہے۔ اللھم احفظنا منھم۔

اب ذرا خیال کریں کہ جب کسی کے ساتھ نیکی کی ہو اور وہ اس کے بدلے برائی دے یا اس سے دکھ پہنچے تو فوراً دو نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوگیا، مجھ ناقل کے نزدیک یہ قبولیت کی نشانی ہے اور یہ ضمانت ہے اس کی کہ اس نیکی کرنے والے سے ریاکاری نہیں ہوئی، یہ بندہ اپنے اندر تواضع پیدا کرے۔ اب ایک تو جس کے ساتھ نیکی کی گئی، اس کا احساس مندر ہے کہ یہاں ٹھیک ٹھیک بغیر ریاکاری کے کوئی عمل ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ مالک کا شکر گزار رہے کہ اس نے ہم کو نیکی کی توفیق دی، تیسرا یہ کہ اپنے گناہ پر نظر ہو، اپنی اوقات بالکل چمار کی سی سمجھے، بلکہ جہاں نیکی کا پتہ چل جائے دوسرا گھر (جہاں بغیر ریاکاری کے نیکی کرسکے) ڈھونڈ لے۔

آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت پر بات ختم کرتا ہوں کہ ایک غزوہ میں قریب تھا کہ آپ اپنی تلوار کے وار سے ایک کافر کا کام تمام کردیتے، اس کافر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر تھوک دیا، بس اس پر آپؓ نے فوراً اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ پہلے تو میں یہ کام اللہ رب العزت کی رضا کے لئے کرتا تھا، اب اس میں میرے نفس کا حصہ شامل ہوگیا، اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان کا یہ عمل ایسا قبول فرمایا (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل کے خالص ہونے کی بنا پر) کہ اس کو مسلمان کردیا۔

بہرحال باتیں بہت سی ہیں، ان پر اکتفا کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی کامیابی کے لئے اصلاح کے لئے کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھے اور عصر کے بعد مغرب سے پہلے کم از کم تسبیح دل کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر استغفار کی پڑھے۔ ☆☆☆

توبہ کسے کہتے ہیں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا گیا کہ توبہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ: "جن میں چھ چیزیں جمع ہوں: (۱) گزشتہ برے عمل پر ندامت، (۲) جو فرائض و واجبات اللہ تعالیٰ کے چھوٹے ہیں ان کی قضا، (۳) کسی کا مال ظلماً لیا تھا تو اس کی واپسی، (۴) کسی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچائی تھی تو اس سے معافی، (۵) آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ عزم و ارادہ، (۶) یہ کہ جس طرح اس نے نفس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا ہے اب وہ طاعت کرتے ہوئے دیکھے۔" (معارف القرآن، ۵۰۶/۸)

حضرت حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کا

مرزائیت کے خلاف جہاد

گوہر الرحمٰن نقشبندی مجددی فریدی ایڈووکیٹ، پشاور

عاشق رسول فخر کشمیر، ولی کامل حضرت حاجی محمد امین رحمہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی قد آور شخصیت اور آسمان عشق رسول کا ایک ایسا تابندہ ستارہ ہے جو صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ بجا طور پر حضرت حاجی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں، بالخصوص صوبہ پختونخواہ میں تو بچے بچے کی زبان پر آپ کے انوار عشق اور فراق یار میں درد انگیز اور سحر انگیز نعتیں جی ہوئی ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ ۱۹۰۱ء میں علاقہ مہند (پشاور) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی اسعد خان تھا۔ آپ بچپن ہی سے مذہبی رجحان رکھتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب کو شروع سے حمد وثنا اور نعت گوئی کا شوق تھا، بہت ہی چھوٹی عمر میں آپ نے قرآن شریف یاد کرنے کے علاوہ دوسرے علوم پر عبور حاصل کرلیا تھا۔ آپ کا زیادہ تر وقت ذکر الٰہی میں گزرتا اور بچپن ہی سے آپ کے دل میں عشق الٰہی اور عشق رسول موجزن تھا۔ اسی جذبہ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے چھوٹی عمر میں لازوال خوبیوں سے نوازا تھا۔

کشمیر کے اس وقت کے جہاد میں اپنے لشکر کے ساتھ پوری جوانمردی کے ساتھ کئی بار حصہ لیا اور اس وقت کی حکومت نے ۲۷؍ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ بمطابق ۲۳؍ جولائی ۱۹۴۹ء کو نہ صرف آپ کو فخر کشمیر کے خطاب سے نوازا، بلکہ آپ کے ۴۰ سالاران جماعت کو بھی اسناد شجاعت عطا کی تھیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ تحفظ ختم نبوت کی تحریکوں میں بھی بھرپور طریقہ سے شرکت کرتے رہے، اور یہ بھلا کیسے ہوسکتا تھا کہ ناموس رسالت کی بات ہو اور حضرت حاجی صاحب جیسا عاشق رسول کسی سے پیچھے رہے۔

ختم نبوت کی تحریک ۱۹۵۳ء بہت زور وشور سے جاری تھی، جہاں تمام مکاتب فکر کے علماء سرگرم عمل تھے، وہاں مولانا ظفر علی خان کا ’’زمیندار‘‘ اخبار بھی اس تحریک میں شامل تھا۔ اسی اخبار کے ذریعے انہوں نے حکومت کو ایک ماہ کا نوٹس دیا اور اسی سلسلے میں ۸؍جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ بمطابق ۲۲؍فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں حضرت حاجی محمد امین صاحب نور اللہ مرقدہ کی زیر صدارت تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس موقع پر آپ نے کالا لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور کالی پگڑی بھی باندھی ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل مطالبات حکومت کو پیش کئے گئے:

۱:...چوہدری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کے عہدے سے ہٹادیا جائے۔

۲:... مرزائیوں کو الگ اقلیت قرار دیا جائے۔

۳:... مختلف محکموں کے مرزائی افسروں پر یہ پابندی لگادی جائے کہ وہ اپنے سرکاری عہدہ کا ناجائز فائدہ اٹھاکر مسلمانوں میں مرزائیت کی تبلیغ نہ کریں۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنس سے فارغ ہوجانے کے بعد آپ واپس پشاور کے لئے روانہ ہوئے تو ۱۰؍جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ بمطابق ۲۴؍فروری ۱۹۵۳ء کو گجرات ریلوے اسٹیشن پر گرفتار کرلئے گئے، اس بات کو اس وقت کے زمیندار اخبار نے درج ذیل خبر لگائی تھی:

’’فخر کشمیر سرحد حاجی محمد امین صاحب امیر جماعت ناجیہ صوبہ سرحد عرزئی مجلس عاملہ کے عظیم الشان اجتماع میں ختم نبوت کی حفاظت کے لئے صوبہ سرحد کی طرف سے ہر قسم کی قربانی دینے کا اعلان فرمارہے تھے، جلسے کے اختتام کے بعد جب آپ گاؤں کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کو گجرات ریلوے اسٹیشن پر گرفتار کرلیا گیا، سیاسی قیدی کی حیثیت سے جس میں اور بھی بہت سے علماء کرام بھی گرفتار ہوئے، کیونکہ علماء کرام اور عوام نے قادیانیت کے خلاف آواز اٹھائی تھی، آپ کو گجرات جیل میں پھانسی کے کمرے میں رکھا گیا۔‘‘

حضرت حاجی صاحب نے اس موقع پر جو مضمون حلفیہ بیان کی صورت میں پیش کیا وہ ایک یادگار مضمون ہے، جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا:

’’میں نے دنیائے اسلام، مشرق ومغرب کے علماء اسلام واکابر امت سے ملاقات اور گفتگو کی ہے اور ان سے استفادہ، بحث وتمحیص اور قرآن وحدیث کے ذاتی مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ختم نبوت

مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے اور اسی عقیدہ نے تمام مسلم قوم کو بہت سے جغرافیائی اور فروعی اختلافات کے باوجود چین سے لے کر مراکش تک اور یوگوسلاویہ سے لے کر انڈونیشیا تک متحد رکھا ہے۔ اگر مسلمانوں میں جدید نبوت کی اجازت دے دی جائے تو ہر ایک ملک اپنے علیحدہ نبی کا بندوبست کر کے دوسرے ملک سے علیحدہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اسلام کی سب سے بڑی خدمت اس کے بنیادی اتحاد کو برقرار رکھنا ہے جو کہ ختم نبوت کے عقیدہ ہی میں مضمر ہے۔ اگر یہ نقطہ حذف کر دیا جائے تو یقینی طور پر مسلمان قوم پارہ پارہ ہو کر ختم ہو جائے گی۔ ان تصورات کی وجہ سے تمام اطراف اور فرقوں کے علماء کرام نے جمع ہو کر حکومت پاکستان کے سامنے یہ مطالبہ رکھا کہ چونکہ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک کسی مسلمان سلطنت اور مسلم قوم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک فی الرسالت برداشت نہیں کیا، چنانچہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا بہاؤ اللہ ایرانی تک کسی مدعی نبوت کو کبھی کسی حکومت نے معاف نہیں کیا اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی رواداری جائز رکھی۔ اس لئے ہم اپنی حکومت سے صرف اس قدر مطالبہ کرتے ہیں کہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے ایک الگ غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، کیونکہ اس طرح:

۱:... ختم نبوت کے عقیدے کی بنا پر پاکستان کا مسلمان باقی دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے عقیدۂ وحدت سے علیحدہ نہیں ہوگا۔

۲:... دشمنان اسلام کو یہ پروپیگنڈا کرنے کا موقع نہیں ملے گا کہ پاکستان انگریزی حکومت کا ایجنٹ ہے، کیونکہ ان کا وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان اس مرزائے قادیان کی نبوت کی تبلیغ کر رہا ہے جس کی نبوت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ (بحوالہ مرزا غلام احمد قادیانی تبلیغ رسالت)

۳:... اس طرح یہ تبلیغ رک جائے گی جو ہمارا اور وزیر خارجہ انہماک کے ساتھ اکثر خارجہ ممالک میں اپنے عہدے کے ناجائز استعمال سے کر رہا ہے، جس سے پاکستان کی حکومت مسلمانان عالم کی نظروں میں بدنام ہو رہی ہے۔

۴:... مرزائیوں کے علیحدہ اقلیت قرار پا جانے سے ان کے اندرون ملک بڑے بڑے کلیدی عہدوں پر مسلط ہو جانے اور انہوں نے اپنے حقوق سے بہت زائد جو غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، ان سب اور ان کی جملہ دست درازیوں کا بھی انسداد ہو جائے گا۔

"تاریخ اخلاق یورپ" (مصنف پروفیسر لکی) کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رومن ایمپائر میں مسیحیت کے غلبہ اور اصلی رومن مذہب کی تباہی اس وجہ سے ہوئی کہ قدیم رومن اپنے مذہب میں از حد روادار تھے۔ ان کی اس رواداری سے مسیحیوں نے ناجائز فائدہ اٹھا کر اقلیت ہونے کے باوجود مسیحیت کی جارحانہ تبلیغ شروع کی اور شاہی دربار میں اور سرکاری ملازمتوں میں اپنی جتھہ بندی کر کے اس قدر ترقی کر لی کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ روم کو عیسائی بنا کر رومن مذہب کو جبراً مٹا کر ان کی عبادت گاہوں تک کو گرا دیا گیا۔

قادیانی فرقہ بالکل اسی طرح پاکستان کی اکثریت کی رواداری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی جتھہ بندی کر رہا ہے اور اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ان کے موجودہ خلیفہ نے کوئٹہ میں ۲۳؍ جولائی ۱۹۴۸ء کو تقریر کرتے ہوئے صاف طور پر کہا کہ: "برٹش بلوچستان جس کی آبادی پانچ چھ لاکھ ہے، اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اگرچہ اس کی آبادی دوسرے صوبوں سے کم ہے، اگر احمدی اس کی طرف توجہ کریں کم از کم اس ایک صوبہ کو احمدی بنالیں جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں تو یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔"

موجودہ نام نہاد خلیفہ کے اس بیان سے مکمل طور پر ان کے عزائم کی غمازی ہو رہی ہے کہ یہ فرقہ کس طرح پاکستان کے اندر ایک اور اسرائیل بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے اور ہماری حکومت پرانے رومن کی حکومت کی طرح رواداری کے خواب خرگوش میں پڑی ہوئی ہے۔ اس قسم کی رواداری جو کسی پچھلی صدی میں احمد شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے سکھوں کے ساتھ برتی تھی تو مسلمانوں کو چالیس برس خون کے آنسو رلائے گئے۔ مذکورہ بالا وجوہات سے اسلام کے فرقہ ہائے مختلف کے علماء کرام نے متفقہ طور پر مجلس عمل کی تشکیل کی ہے، چونکہ حکومت پاکستان کو کسی مصیبت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے، اس لئے مجلس عمل کی خصوصی ہدایات پر میں اس اجلاس میں شریک ہوا تاکہ وہ میرا اخلاقی اور دینی تعاون حاصل کر سکیں۔ لہٰذا ہم نے اپنے صوبہ میں کسی قسم کی کوئی تحریک جاری نہیں کی۔ ہمارا مطالبہ مرکزی حکومت سے صرف ایک جائز اور آئینی مطالبہ ہے، اس لئے میں نے اپنے معتقدین اور جماعت کو سختی سے روک دیا ہے کہ وہ میری گرفتاری کی صورت میں اشتعال میں آ کر خلاف قانون کوئی حرکت نہ کریں۔"

آپ نے ۹؍ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۶؍ اپریل ۱۹۴۶ء بروز جمعرات تبلیغ وارشاد کے لئے ایک جماعت تشکیل دی، جس میں صوبہ سرحد (موجودہ صوبہ پختونخواہ) کے ۳۵۰ علماء وصلحاء نے شرکت کی اور اس جماعت کا نام "ناجیہ" رکھ دیا گیا۔

جماعت ناجیہ کے اصولوں میں سب سے بڑا اصول یہ رکھا گیا کہ یہ جماعت حدیث نبوی: "ما انا علیہ واصحابی" کے اصولوں کے تحت کام

کرے گی اور جو کوئی اس کی خلاف ورزی کرے گا خواہ وہ جماعت کا امام ہی کیوں نہ ہو اسے مجرم تصور کیا جائے گا اور اسے اس عہدے سے ہٹا کر دوسرا منتخب کیا جائے گا۔

۷ارشوال ۱۳۷۳ھ بمطابق جون ۱۹۵۴ء جماعت ناجیہ کا آٹھواں سالانہ اجتماع منعقد ہوا، حضرت حاجی محمد امین نوراللہ مرقدہ امیر جماعت نے جماعت ناجیہ کے اغراض و مقاصد بیان کرے اور بشمول دیگر مندرجہ ذیل مطالبات اتفاق رائے سے منظور کئے گئے:

۱:... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور ظفر اللہ خان کو فوری طور پر وزارت خارجہ کے عہدہ سے الگ کیا جائے، جسے اتفاق رائے سے منظور کیا گیا۔

۲:... کسی عدالت میں جرم ثابت کئے بغیر کسی کی آزادی نقل و حرکت پر قدغن عائد نہ کی جائے، ہم مولانا نصیر الدین غرغشتوی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا غلام غوث ہزاروی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے داخلہ سرحد پر پابندی کے خلاف احتجاج کرتے ہیں اور ان پر پابندی اٹھانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ نے تین ماہ گجرات جیل اور چھ ماہ راولپنڈی جیل میں گزارے۔

۲۷ربیع الاول ۱۳۷۷ھ بمطابق ۲۳راکتوبر ۱۹۵۷ء غلام احمد پرویز (منکر حدیث) نے مناظرہ کی غرض سے پشاور آنے کا پروگرام بنایا تو حضرت حاجی صاحب نے "اعلان حق" کے نام سے ایک چیلنج تیار کیا، جس میں مندرجہ ذیل شرائط رکھیں:

۱:... مقام مناظرہ پاکستان کے علاوہ کوئی ایسی اسلامی مملکت میں ہو جس میں حدود و قصاص جاری ہوسکتا ہو۔

۲:... اقرار یہ ہو کہ جو کوئی ہم فریقین میں سے مجرم ثابت ہو جائے اسے سنگسار کریں گے۔

۳:... مناظرہ میں کوئی قاضی اسلام مقرر ہو۔

۴:... مناظرہ کے اصول مقرر کریں کہ عقل حرفہ ہو یا نقل حرفہ یا دونوں ہوں؟

حضرت حاجی صاحبؒ نے ان شرائط کو پیش کرنے کی وجوہات بھی ساتھ ہی پیش کیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ ہم نے صدر پاکستان مرزا اسکندر سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ پرویز (منکر حدیث) کو انتخابی بورڈ سے نکالا جائے، اس نے صاف انکار کر کے اس کی حمایت کی، اس لئے پاکستان اس کے مناظرہ کی جگہ نہیں۔

دوسری شرط اس لئے لگائی ہے کہ لفظی مناظرہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک یہ کہ مجرم اپنے کردار یا اقوال کی سزا نہ پائے۔

تیسری شرط اس لئے عائد کی ہے کہ بغیر قاضی کے حکم سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

چوتھی شرط اس لئے رکھی گئی کہ اصول بحث و طریق مناظرہ معلوم ہوں۔

اگر غلام احمد پرویز کو یہ منظور ہو تو چیلنج منظور کر کے تاریخ و مملکت متعین کرے۔

پرویز جب مقررہ وقت پر پشاور پہنچا تو حضرت حاجی صاحب نے اپنے دست مبارک سے پرویز کو یہی چیلنج دیا اور ساتھ ہی اخبارات میں بھی شائع کیا، مگر پرویز میدان مناظرہ سے بھاگ گیا۔

☆☆..............☆☆

شیطانی فلم، مصری عدالت نے 7 عیسائیوں اور پادری کو سزائے موت سنادی

فلم بنانے والے مصری سمیت تمام مجرمان امریکا میں ہیں، فیصلہ ان کی غیر حاضری میں سنایا گیا

قاہرہ (اے ایف پی) مصر کی ایک عدالت نے گستاخانہ فلم بنانے میں ملوث 7 مصری عیسائیوں اور متنازع امریکی پادری کو سزائے موت کا حکم سنایا ہے، فلم بنانے والے مصری عیسائی سمیت تمام مجرمان امریکا میں روپوش ہیں اور مقدمہ ان کی غیر حاضری میں چلایا گیا، امریکی پادری ٹیری جونز امریکا کی ریاست فلوریڈا میں ایک چھوٹے سے فرقے کا سربراہ بنا ہوا ہے، مقدمے کی سماعت کے دوران گستاخانہ فلم کے علاوہ فلم کے خلاف لیبیا میں ہونے والے احتجاجی مظاہروں کے کلپس دکھائے گئے، سرکاری خبر رساں ایجنسی مینا کے مطابق مصر میں توہین رسالت کے مقدمات میں عموماً زیادہ سے زیادہ سزا دی جاتی ہے اور پھر فیصلہ منظوری کے لئے مفتی اعظم کو بھیجا جاتا ہے، جو ہمیشہ منظوری دے دیتے ہیں، اگر مجرمان واپس مصر آجائیں تو ان کا دوبارہ ٹرائل کیا جاتا ہے، امریکا میں بننے والی کم بجٹ کی اس توہین آمیز فلم سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں شدید غم و غصہ پیدا ہو گیا تھا، مشتعل مظاہرین نے لیبیا کے شہر بن غازی میں قونصلیٹ پر حملے کے دوران امریکی سفیر کرس اسٹیونز کو ہلاک کر دیا تھا۔

(روزنامہ ایکسپریس کراچی، ۲۹ر نومبر ۲۰۱۲ء)

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

چوتھی قسط

عصمت انبیاء علیہم السلام

دلائل و براہین

مرسلہ: مولوی محمد شفیق الرحمن جلال پوری
مولانا مدرار اللہ نقشبندی، مردان

"زلت" کی مذکورہ حقیقت اور مفہوم سے واضح ہوا کہ اس کی نوعیت عصیان، معصیت اور صغائر کے مفہوم سے قطعاً مختلف ہے، اس لئے علماء امت نے کہا ہے کہ "زلت" پر معصیت یا صغائر کا اطلاق نہیں ہوسکتا اور یہی توجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبائر وصغائر یعنی معاصی سے معصوم ہیں اور "زلات" سے معصوم نہیں، کیونکہ زلات معاصی نہیں، بلکہ ترک اولیٰ اور ترک افضل کا نام ہے، بلکہ مشائخ سمرقند تو اس قدر محتاط ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے افعال پر زلات کا اطلاق بھی نہیں کرتے، بلکہ کہتے ہیں کہ:

"وقال مشائخ سمرقند لا تطلق اسم الزلة علی أفعالهم كما لا تطلق المعصية وإنما يقال فعلوا الفاضل وتركوا الأفضل فعوتبوا عليه."

ترجمہ: "یوں کہا جائے گا کہ انبیاء نے ایک ایسا فعل کیا جس میں فضیلت موجود تھی لیکن اس کے مقابلے میں ایک ایسا فعل چھوڑ دیا جس میں افضلیت یعنی زیادہ افضلیت موجود تھی، جس کی وجہ سے وہ عتاب میں آگئے۔"

اور مفسر خازن نے آیت کریمہ ﴿قالا ربنا ظلمنا أنفسنا﴾ کے ضمن میں لکھا ہے:

"وانهم ربما عوتبوا بأمر صدرت منهم علی سبيل التأويل والسهو، فهم بسبب ذلك خائفون وجلون، وهي ذنوب بالإضافة إلى علو منصبهم، وسيئات بالنسبة إلى كمال طاعتهم، لا لأنها ذنوب كذنوب غيرهم، ومعاصي كمعاصي غيرهم... وهي حسنات بالنسبة إلى غيرهم كما قيل: حسنات الأبرار سيئات المقربين."

ترجمہ: "انبیاء علیہم السلام سے سہو اور تاویل کی رو سے جو فعل صادر ہوتا ہے، جس کے باعث ان پر عتاب الٰہی نازل ہوتا ہے اور جس کے لئے وہ اللہ سے ڈرتے اور استغفار کرتے رہتے ہیں، وہ ان کے درجۂ اعلیٰ اور عظمت شان کی نسبت سے گناہ ہوتا ہے، اور دوسرے لوگوں کی نسبت سے وہ گناہ نہیں ہوتا، بلکہ ان کے لئے وہ نیکیاں ہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے: "نیکوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔"

زلت کی اس حقیقت کی رو سے ان لوگوں کا مسلک حق کے خلاف ہے، جو زلات اور لغزشوں کے پردے میں انبیاء علیہم السلام سے معاصی کے صدور کے قائل ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں اسرائیلی خرافات:

اسرائیلی روایتوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ایک من گھڑت قصہ مشہور ہے، جس کو اسلام نے بیان کرنے کی ممانعت کر دی ہے، کیونکہ یہ پورا قصہ یہودی خرافات اور اکاذیب کا مجموعہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے مقام رسالت ومنصب نبوت کے سراسر منافی ہے۔ مقام نبوت کے شناسا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ:

"من حدثكم بحديث داؤد عليه السلام على ما يقصه القصاص جلدته مائة وستين جلدة، وهو حد الفرية على الأنبياء."

ترجمہ: "جو شخص داؤد علیہ السلام کے بارے میں وہ قصہ بیان کرے گا جسے قصاص (قصہ گو) بیان کرتے ہیں تو میں اس کو ایک سو ساٹھ درے ماروں گا، جو انبیاء علیہم السلام پر بہتان باندھنے کی سزا ہے۔"

اس اسرائیلی قصے کی تفصیلات میں گئے بغیر یاتنی سی بات بھی ایک پیغمبر کی شان اقدس کے خلاف ہے، اس لئے مقام نبوت کے شناسا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس قصے کے سنانے پر پابندی عائد کر دی تھی اور خلاف ورزی کرنے والے کے لئے ایک سو ساٹھ درے مارنے کی سزا مقرر کی تھی، یہ قصہ بائبل نے بیان کیا ہے اور قرآن اس سے قطعی طور پر خاموش ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح تمام محققین علمائے امت نے اس اسرائیلی قصے کو سختی کے ساتھ رد کر دیا ہے اور اس کو یہودی خرافات کا ایک پلندہ قرار دیا ہے۔ حافظ ابو محمد بن حزم حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق آیات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هذا قول صادق صحيح لا يدل على شيء مما قاله المستهزئون الكاذبون المتعلقون بخرافات ولدها اليهود."

ترجمہ: ”اور قرآن کا یہ قول سچا اور صحیح ہے اور کسی طرح بھی اس روایت پر دلالت نہیں کرتا جس کو ان مسخروں، جھوٹوں نے بیان کیا ہے جو ایسی خرافات سے لپٹے رہتے ہیں جن کو یہود نے ایجاد کیا ہے۔“

اور امام ابو حیان اندلسیؒ قصہ داؤد علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ویعلم قطعاً أن الأنبیاء علیهم السلام معصومون من الخطایا، لا یمکن وقوعهم في شيء منها ضرورة، إذ لو جوزنا علیهم شیئاً من ذلک لبطلت الشرائع ولم نثق بشيء مما یذکرون انه أوحي الله به الیهم، فما حکی الله تعالی في کتابه یمر علی ما أراده الله تعالی، وما حکی القصاص مما فیه غض من منصب النبوة طرحناه.“

ترجمہ: ”اور قطعی طور پر معلوم ہوا کہ بلاشبہ انبیاء علیہم السلام خطاؤں سے معصوم ہیں، ان کا کسی خطا میں واقع ہونا ممکن نہیں، کیونکہ اگر ہم ان سے کسی قسم کی خطا کا واقع ہونا جائز قرار دیں تو احکام شریعت باطل ہو جائیں گے اور وہ ہمیں وحی الٰہی کے ذریعے جو کچھ پہنچاتے ہیں ان پر سے ہمارا اعتماد اٹھ جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس کے ارادے کے مطابق باقی رہے گا اور جو کچھ قصہ گوؤں نے بیان کیا ہے اس سے منصب نبوت کی تنقیص ہوتی ہے جس کو ہم نے پھینک دیا ہے۔“

لیکن ایک اجنبی عورت کی طرف میلان کا پیدا ہونا خواہ اس کا سبب کوئی بھی ہو معیوب ہے اور ایک پیغمبر کی شان اقدس کے قطعی منافی ہے کیونکہ پیغمبر کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ معاذ اللہ وہ کسی کی بیوی کی طرف کسی سبب سے مائل ہو جائے۔ یہ یہودیوں کا ایک من گھڑت قصہ ہے، جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علمائے امت نے مردود قرار دیا ہے اور اس کو نقل کرنے کی ممانعت بھی فرمائی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ:

حضرت یونس علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں وہ اپنی قوم کو مدت مدید تک تبلیغ اور احکام الٰہی پہنچاتے رہے اور اپنے فرائض رسالت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے، مگر جب قوم ایمان نہ لائی تو انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تین دن کے بعد عذاب آنے کی وعید سنادی۔ قرآنی آیات اور تفسیری روایات سے ظاہر ہے کہ جب ایک پیغمبر کی امت پر عذاب آنے کا فیصلہ کر لیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور ان کے ساتھیوں کو یہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیتے تھے، جیسا کہ لوط علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں بتصریح مذکور ہے، لیکن یونس علیہ السلام نے جب بحکم خداوندی اپنی قوم کو تین دن کے بعد عذاب آنے کی وعید سنائی تو پھر عذاب کے آخری دن سے پہلے اپنی قوم سے نکل گئے اس خیال سے کہ جب عذاب خداوندی لازماً آنے والا ہے تو اب قوم کو میری موجودگی کی ضرورت باقی نہیں رہی اور ایسے مواقع پر اپنی قوم سے انبیاء کا ہجرت کر جانا بھی ان کے پیش نظر تھا، لیکن یہ امر ان کی نظر سے اوجھل رہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت نہ آجائے محض اپنے اجتہاد سے ہجرت نہیں کرنی چاہیے۔

یہاں یہ بات بھی مدنظر رہے کہ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو ہجرت کرنے کے لیے حکم خداوندی نہیں ملا تھا، اسی طرح انہیں یہ حکم بھی نہیں ملا تھا کہ جب تک میری طرف سے ہجرت کا حکم نہ آجائے اس وقت تک ہجرت نہ کی جائے تو حکم خداوندی کی غیر موجودگی میں حضرت یونس علیہ السلام کے لئے یہ ہجرت کرنا در حقیقت کوئی گناہ بھی نہ تھا، کیونکہ گناہ امر اور حکم کی ارادتاً خلاف ورزی کرنے کو کہتے ہیں۔

تاہم حضرت یونس علیہ السلام نے جو اجتہاد کیا اس میں ان سے خطا واقع ہوئی، لیکن اس خطا کا علم انہیں عتاب الٰہی آنے کے بعد ہوا۔ اگر چہ خطائے اجتہادی امت کے حق میں معاف ہے، مگر انبیاء علیہم السلام کا معاملہ دوسرے لوگوں سے بہت ممتاز ہوتا ہے اس لئے ان پر خطائے اجتہادی اور ترک اولیٰ کے سبب بھی عتاب نازل ہوتا ہے، لیکن یہ عتاب عقوبت اور سزا کے طور پر نہیں بلکہ ان کے رفع درجات اور دیگر شرعی مصالح کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام پر اس خطائے ترک اولیٰ کے سبب عتاب نازل ہوا اور اس کے نتیجے میں مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا واقعہ پیش آیا، یہ نہیں کہ ان سے فریضۂ رسالت اور ادائے رسالت میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں۔

یونس علیہ السلام کے اجتہاد پر یہ آیت کریمہ روشنی ڈالتی ہے:

فظن أن لن نقدر علیه “.

ترجمہ: ”یعنی اس نے خیال کیا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے۔“

” اگر یونس علیہ السلام کو قبل از عتاب یہ علم ہوتا کہ حکم الٰہی کے آنے سے پہلے میرا قوم سے ہجرت کر جانا موجب عتاب الٰہی ہوگا تو وہ قطعاً ہجرت نہ فرماتے۔ بہر حال یہ ایک لغزش تھی جو حضرت یونس علیہ السلام سے بر بنائے اجتہاد واقع ہوئی۔

یونس علیہ السلام کے ظن واجتہاد کے بارے میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے، یہ امام رازیؒ کے اس قول سے مستنبط ہے:

”لأن الله تعالی وعده أنزال الاهلاک بقومه، فظن انه نازل لامحالة، فلأجل هذا الظن لم یصبر علی دعائهم، وکان الواجب علیه أن یستمر علی الدعاء.“

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ آپ کی قوم پر عذاب نازل ہوگا، انہوں نے یہ خیال کیا کہ عذاب لامحالہ نازل ہوگا پس وہ اس خیال کی وجہ سے ان کو دعوت دینے پر مصر نہ رہے، حالانکہ ان پر واجب تھا کہ قوم کو دعوت دینے پر مداومت فرماتے۔''

اس عبارت میں لفظ''واجب'' قابل غور ہے۔ واجب اس کو کہتے ہیں جو دلیل قطعی ثابت ہو مگر اس میں شبہ بھی ہو۔ یوں تو یونس علیہ السلام پر دعوت وتبلیغ دلیل قطعی سے ثابت تھی، لیکن نزول عذاب کے وعدے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ جب عذاب الٰہی لامحالہ نازل ہونے والا ہے تو اب قوم کو دعوت دینے سے کیا فائدہ؟ اسی اشتباہ اور ظن میں پڑ کر انہوں نے ترک وطن کیا اور ہجرت فرمائی جس پر حضرت الوہیت سے معتوب ہوئے۔

علامہ سید آلوسیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ:

''وکان ذھابہ ھذا منھم ھجرۃ منھم لکن لم یؤمر بہ.''

ترجمہ:''یونس علیہ السلام کا قوم سے نکل جانا اور ان کا یہ سفر ہجرت کے طور پر تھا، مگر ابھی تک ان کو ہجرت کی اجازت نہیں ملی تھی۔''

الغرض حضرت یونس علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی قسم کا کوئی فعل سرزد نہیں ہوا تھا اور جو کچھ صادر ہوا تھا وہ صرف یہ تھا کہ قوم کو وعید عذاب سنانے کے بعد دلیل قطعی سے معلوم نہ ہونے کی بناء پر اپنے ظن واجتہاد سے کام لے کر قوم سے ہجرت فرما گئے اور جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہ تھا۔ رہا نزول عتاب کا معاملہ تو اس کے متعلق مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

''یونس علیہ السلام کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہ معاملہ ان کے مخصوص پیغمبرانہ مقام کی وجہ سے تھا، اگرچہ انہوں نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی تھی جس کو گناہ اور معصیت کہا جاتا ہے، اور کسی پیغمبر سے اس کا امکان نہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں، لیکن پیغمبر کے مقام بلند کے مناسب نہ تھا کہ کسی جگہ بغیر اذن خداوندی منتقل ہوجائیں۔ اس خلاف شان عمل پر بطور عتاب یہ معاملہ کیا گیا۔''

امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں چلا جانا کسی حکم خداوندی کی نافرمانی کا نتیجہ نہ تھا اور نہ یہ جس فرائض رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کا نتیجہ تھا بلکہ یہ محض ایک خطائے اجتہادی کی بناء پر بطور عتاب دیا گیا تھا نہ کہ عقوبت اور سزا کے طور پر۔ اس مقام پر یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ حضرت الوہیت کو اپنی عظمت وکبریائی کی بناء پر یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مقرب بندوں حضرات انبیاء علیہم السلام کو محض ترک اولیٰ کے ارتکاب پر جس خطاب اور عتاب سے مخاطب کرنا چاہیے مخاطب فرمائے، مگر دوسروں کی یہ مجال نہیں کہ وہ بھی وہی کچھ کہہ سکیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور مقربین بارگاہ خداوندی ہیں، اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی تواضع، ذلت اور عجز وانکسار ظاہر فرمائیں تو ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم بھی انہی الفاظ کو ان کی شان میں استعمال کرنے کی جسارت کریں۔ اس مفہوم کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''شرح مشکوٰۃ'' میں بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''واجب است احترام وتنزیہ ساحت ایشاں از وصمت نقص وعصمت ایشاں از جمیع گناہاں خورد وبزرگ پیش از نبوت وپس از وے۔ ہمیں است قول مختار وآنچہ بعضے مفسران واہل قصص واخبار از بعض از ایشاں مثل یوسف علیہ السلام وداؤد علیہ السلام نقل کردہ صحیح نیست الیٰ قولہ وآنچہ در قرآن مجید بآدم علیہ السلام نسبت عصیاں کردہ وعتاب نمودہ مبنی بر علو شان قرب اوست ومالک را می رسد کہ بر ترک اولیٰ وافضل اگرچہ بحد معصیت نرسد بہ بندہ خود ہرچہ خواہد بگوید وعتاب نماید ودیگر را مجال نہ کہ تواند گفت وایں جا ادب است کہ لازم است رعایت آں وآں ایں است کہ اگر از جانب حضرت الوہیت ببعض انبیاء علیہم السلام کہ مقربان درگاہ اند عتاب وخطاب رود ویا از جانب ایشاں کہ بندگان خاص اوئند تواضع وذلتے وانکسارے صادر گردد موہم نقص بود مارا ایں را نباید کہ درآں دخل کنیم وتکلم نمائیم۔''

ترجمہ:''انبیاء علیہم السلام کے دامن کو ہرقسم کے نقص کے داغ سے پاک سمجھنا اور ان کا احترام کرنا اور ان کو تمام گناہوں سے معصوم سمجھنا واجب ہے خواہ صغیرہ گناہ ہو یا کبیرہ اور نبوت سے پہلے ہو یا نبوت کے بعد اور یہی مختار قول ہے۔ اور بعض مفسرین، قصہ گوؤں اور راویوں نے بعض انبیاء مثلاً یوسف علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے متعلق جو کچھ نقل کیا ہے وہ غلط ہے۔ اور قرآن مجید میں آدم علیہ السلام کی طرف سے عصیان کی جو نسبت کی گئی ہے اور ان پر عتاب کیا گیا ہے تو یہ دربار الٰہی اور ترک اولیٰ اور ترک افضل پر اگرچہ معصیت کی حد تک نہ پہنچتا ہو اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہہ دے اور عتاب فرمائے، مگر دوسروں کی یہ مجال نہیں کہ وہ بھی وہی کچھ کہہ سکیں۔ اور یہاں ادب کا ایک خاص مقام ہے جس کی رعایت کرنا لازم ہے اور یہ کہ اگرچہ حضرت الوہیت کی جانب سے بعض انبیاء علیہم السلام پر جو اللہ کے مقرب بندے ہیں کوئی عتاب ہوجائے یا ان کی طرف سے اللہ کے خاص بندے ہیں، کسی قسم کی تواضع، فروتنی اور عجز وانکسار ظاہر ہوجائے جس سے ان کی شان میں نقص کا وہم پیدا ہوتا ہو، تو ہمیں یہ نہیں چاہیے کہ اس میں دخل دیں اور اس میں بات کرنے کی جسارت کریں۔''

(جاری ہے)

مرزائیت سے توبہ

محترم ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم جامعہ محمدیہ ضیاء القرآن جتوئی ضلع مظفر گڑھ) نے اوائل عمری میں مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کر کے قادیانیت قبول کر لی تھی۔ چنانچہ قادیانیوں کے پُر جوش مربی کی حیثیت سے ہندوستان کے مختلف شہروں دہلی، آگرہ، لکھنؤ، مونگھیر، شاہ جہان پور، پٹنہ اور پھر پنجاب اور سندھ میں خدمات انجام دیں۔ بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دستگیری فرمائی، قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا، اس رسالہ میں آپ نے اپنے قبولِ اسلام کی وجوہات اور حالات درج کئے ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

آخری قسط

ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ

مرزائیت انگریزوں کا خودکاشتہ پودا ہے

’’سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کا پچاس برس کے متواتر تجربہ سے وفادار اور جاں نثار ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس خودکاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم، احتیاط، تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔

ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون اور جان دینے سے فرق نہ کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی توری عنایت اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں۔‘‘

(تبلیغ رسالت، ج:۷، ص:۱۹، ۲۰)

مرزا صاحب اور پولیٹیکل برانچ

’’گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں سے ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں، جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں: ’’ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب نہ کرے۔‘‘

(تبلیغ رسالت، ج:۵، ص:۱۱)

اب صاف طور پر مرزا صاحب نے اپنی ملازمت کا محکمہ بھی بتا دیا ہے، گویا وہ برٹش انڈیا کی طرف سے انچارج پولیٹیکل برانچ برائے مسلمانان ہند کے افسر اعلیٰ تھے جو خفیہ ڈائریاں مسلمانوں کے خلاف مرتب کر کے افسران بالا کو پہنچایا کرتے تھے اور بظاہر مجدد، محدث، مسیح موعود، مہدی موعود اور نبی اللہ ہونے کے دعویدار تا کہ عوام اس راز کو نہ پا سکیں جو ان کے اور گورنمنٹ کے درمیان کارفرما تھا۔

اب میں صرف ایک ستارہ قیصرہ کی عبارت نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب نے مفصل طور پر اپنے والد اور اپنی خدمات کو درج کیا ہے اور اپنی ماموریت کا اصل سبب بھی بیان فرمایا ہے، جس سے اصل حقیقت پورے طور پر ناظرین کرام کے سامنے آجائے گی۔

’’میرے والد غلام مرتضیٰ مرحوم جنہوں نے سکھوں کے عہد میں بڑے بڑے صدمات دیکھے تھے (بالکل غلط ہے کہ سکھوں کے عہد میں مرزا غلام مرتضیٰ نے صدمات دیکھے تھے بلکہ اس کے برعکس وہ ہمیشہ سکھوں کی طرف سے فوجی خدمات پر مامور رہے تھے جس کی وجہ ہمیشہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کی تھی اور خود مرزا غلام احمد کو بھی بڑی تعلیم دلوائی تھی جس کا مفصل بیان شروع میں گزر چکا ہے) انگریزی سلطنت کے آنے کے ایسے منتظر تھے جیسا کہ کوئی سخت پیاسا پانی کا منتظر ہوتا ہے اور پھر جب گورنمنٹ انگریزی کا اس ملک پر دخل ہو گیا تو وہ اس نعمت یعنی... انگریزی حکومت کی قائمی سے ایسے خوش ہو گئے گویا ان کو ایک جواہرات کا خزانہ مل گیا اور وہ سرکار انگریزی کے بڑے خیر خواہ اور جاں نثار تھے، اسی وجہ سے انہوں نے ایام غدر ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے مع سواران بہم

پہنچا کر سرکار انگریزی کو بطور مدد دیئے تھے اور اس کے بعد بھی ہمیشہ اس بات کے لئے مستعد رہے کہ اگر پھر بھی کسی وقت ان کی مدد کی ضرورت ہو تو بدل و جان اس گورنمنٹ کو مدد دیں اور اگر ۱۸۵۷ء کا غدر کچھ اور بھی طویل ہوتا تو وہ سو سوار تک اور بھی مدد دینے کو تیار تھے۔ غرضیکہ اس طرح ان کی گزری اور پھر ان کے انتقال کے بعد یہ عاجز (مرزائے قادیان خود) دنیا کے مشغلوں سے بکلی علیحدہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مشغول ہوا۔ مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں۔ یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام، مصر اور کابل اور افغانستان کے مختلف شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کر دی گئیں جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے غلط خیالات چھوڑ دیئے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا اور میں اس قدر خدمت کر کے جو بائیس برس تک کرتا رہا ہوں، اس محسن گورنمنٹ پر کچھ احسان نہیں کرتا (کیونکہ تنخواہ دار ملازم جو تھے) کیونکہ مجھے اقرار ہے کہ اس بابرکت گورنمنٹ کے آنے سے ہم اور ہمارے بزرگوں نے ایک لوہے کے جلتے ہوئے نجات پائی (غلط، غلط کیونکہ رنجیت سنگھ اور اس کے بعد بھی سکھوں کی حکومت کے تمام زمانہ میں یہ تمام خاندان فوجی خدمات پر ماموریت کی وجہ سے ہمیشہ مسلمانوں سے برسر پیکار رہا اور بڑی بڑی تنخواہیں اور انعامات پاتا رہا تھا) اس لئے میں مع اپنے تمام عزیزوں کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہوں کہ: یا الٰہی! اس مبارکہ قیصرہ ہند دام ملکہا کو دیر گاہ تک سلامت رکھ اور ہر ایک قدم کے ساتھ اپنی مدد کا سایہ شامل حال فرما اور اس کے اقبال کے دن لمبے کر۔“

(ستارۂ قیصرہ، ص:۶ تا ۸)

اب رہا یہ کہ مرزا صاحب کے دعاوی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا یا کہ... انگریزوں کی پشت پناہی اور ان کی طرف سے ماموریت کی وجہ سے تھا، ذیل کی تحریر اپنی وضاحت خود کر رہی ہے:

”اے ملکہ معظمہ تیرے وہ پاک ارادے ہیں جو آسمانی مدد کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور تیری نیک نیتی کی کشش ہے جس سے آسمان رحمت کے ساتھ زمین کی طرف جھکتا جاتا ہے۔ اس لئے تیرے عہد سلطنت کے سوا اور کوئی عہد سلطنت ایسا نہیں ہے مسیح موعود کے ظہور کے لئے موزوں ہو، سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور نازل کیا، کیونکہ نور نور کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔“ (ستارۂ قیصرہ، ص:۱۱)

پھر تحریر فرماتے ہیں:

”جس طرح تو اے ملکہ معظمہ اپنی تمام رعیت کی نجات اور بھلائی اور آرام کے لئے دردمند ہے اور رعیت پروری میں مشغول ہے اسی طرح خدا بھی آسمان سے تیرا ہاتھ بٹاوے۔ سو یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا ہے تیرے ہی وجود کی برکت اور دلی نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا ایک نتیجہ ہے۔ خدا نے تیرے عہد سلطنت میں دنیا کے دردمندوں کو یاد کیا اور آسمان سے اپنے مسیح موعود کو بھیجا اور تیرے ہی ملک میں اور تیری حدود میں پیدا ہوا دنیا کے لئے یہ ایک گواہی ہو کہ تیری زمین کے سلسلۂ عدل نے آسمان کے سلسلۂ عدل کو اپنی طرف کھینچا اور تیرے رحم کے سلسلے نے آسمان پر رحم کا سلسلہ بپا کیا۔“

(ستارۂ قیصرہ، ص:۱۳)

اب میں نے علی رؤس الاشہاد ثابت کر دیا ہے کہ جناب مرزا جی صاحب انگریزوں کا تنخواہ دار ملازم تھا اور ایک ہزار روپے ماہوار سے زیادہ تنخواہ پاتے تھے اور ان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ غیور مسلمانوں کے اندر جذبۂ جہاد کو ختم کر کے انگریزوں کا سچا وفادار بنائیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ان کے فرائض میں شامل تھا کہ ان مسلمانوں کے خلاف خفیہ رپورٹ کرتے رہیں جو غیور مسلمان انگریزوں کے خلاف اپنے دلوں میں جذبۂ نفرت رکھتے تھے یا ان کے خلاف جہاد کرنا جائز سمجھتے تھے تا کہ ان بے چاروں کو ہمیشہ انگریزوں کی طرف سے قید و بند کی سزائیں بھی ملتی رہیں۔ ان کے دعاوی مجددیت، مہدویت، مسیحیت، نبوت اور رسالت کو پرکھتے ہیں تو مجبوراً ہمیں اس بات پر یقین کرنا پڑتا ہے کہ ان تمام دعاوی کو محض پردہ پوشی کے لئے ایک آڑ بنایا گیا تھا تا کہ عوام ان کی خفیہ ڈیوٹی سے آگاہ ہو کر ان کے خلاف محاذ قائم نہ کریں اور تمام راز فاش ہو کر بدنامی کا موجب نہ بن جائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

☆☆......☆☆

Regd.SS160

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی مطبوعات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4583486, 4783486